

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نقش روزہ

عید

اڈیشن

# خدا مراد

جلد ۱

۸ رزی الحج ۱۳۷۴ھ مطابق ۲۹ جولائی ۱۹۵۵ء

شمارہ (۱۱)

## چند لکھنے والے

حضرت مولانا احمد علی صاحب	نار سوم حمید صدیقی
مولانا محمد عثمان فاروقی	غلام عبد الحمید خاں صاحب
مولانا محمد اہلسل صاحب	سید مشتاق حسین شماری
جناب رئیس لکھنوی	جناب بشید طرزی صاحب
چندری عبد الرحمن خاں صاحب	عزیز شفات محمد چہری

فریور پستی  
شیخ التفسیر مولانا احمد علی مدظلہ العالی

شیر نوالہ دروازہ - لاہور

میت  
ہد خد  
سالانہ ۱۱ روپے  
ششماہی چھ روپے

جو کہ ہر

جمعۃ المبارک کو پابندی شائع ہوتا ہے

یکے ازہ طبعاً انجمن خدا مراد

قیمت فی پرچہ  
۴۲۰

پنجاب لیس لائبریری محمد اللہ انور پریس پبلشر چھاپا اور دفتر خدا مراد شیر نوالہ دروازہ شائع ہوتا ہے



# جرائم اور انکی سزائیں

از شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع  
شیرانوالہ دروازہ لاہور

یکم ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ  
۲۳ جولائی ۱۹۵۵ء

کے پیغمبروں کے تباہی کے ہونے عبادات کے طریق تعلیم کے پابند تھے۔ تفسیر تاریخ ابن اسیر و ابن عساکر میں ہے۔ کہ نوح علیہ السلام کی پیدائش کے بعد لوگ اپنے بزرگوں کے جو مرتے تھے۔ بچھے رہتے (بت) بنا کر پوجنے لگے۔ اور ان سے مراد یہ مانگنے لگے۔ بلکہ ان وفات یافتہ بزرگوں کی ایسی عزت کرنے لگے۔ جس طرح سے خدا کی کرتے تھے اور زنا کاری کا درد ہونے لگا۔ زمین پر انسان کی بدی بڑھ گئی۔

## نوح علیہ السلام کی بخت

اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ تاکہ انہیں شرک و بت پرستی سے ہٹا کر پھر اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر لائیں۔ تاکہ وہ اسی کی عبادت کریں۔ اسی کو اپنا حاجت روا اور شکل کش سمجھیں۔ مگر ان لوگوں کی بدقسمتی بجز معدودے چند افراد کے شرک و بت پرستی میں مبتلا رہے۔ بالآخر نوح علیہ السلام نے تنگ آکر ان کے حق میں بددعا کی۔

## کشتی بنانے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے فرمایا کہ میں کل انسانوں کو مع کل جانداروں کے جو خشکی پر رہتے ہیں۔ نیست و نابود کرنے والا ہوں صرف تم کو اور تمہارے اہل کو اور ان کو جو تم پر ایمان لائے ہیں۔ اور ہر جاندار میں سے ایک ایک جوڑے کو ایک کشتی کے ذریعے بچاؤں گا۔

تمسخر

(۳)

حضرت نوح علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشتی بنا رہے تھے۔ تو دیکھتے الفلک و کلما صعد علیہ صلا من قومہ انصر و انصر منہ قال ان تسخر وامننا فاننا نسخر منکم کیا تسخرون؟ سورہ ہود رکوع ۴ پارہ ۱۲ ترجمہ اور وہ کشتی بناتے تھے۔ اور جب اس کی قوم کے سردار اس پر گزرتے۔ اس سے ہنسی کرتے۔ فرماتے اگر تم ہم پر ہنستے ہو۔ تو ہم بھی تم پر ہنسیں گے۔ جیسے تم ہنستے ہو۔

## کشتی مکمل ہونے کے بعد

اللہ تعالیٰ نے زمین کی سورتیں کھول دیں۔ اور آسمان سے پانی برسایا۔ تقریباً پانچ ماہ تک پانی کی زمین پر باڑھ رہی۔ اور پانی زمین پر بے انتہا بڑھ گیا۔ اور سب اونچے پہاڑ جو آسمان کے نیچے ہیں۔ پندرہ ماہ پانی ان کے (باقی صفحہ ۱۱۸ پر)

## فہرست جرائم

(۱)

نوح علیہ السلام کی قوم کا پہلا جرم شرک تھا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ ولقد اسلمنا نوحا الی قومہ انی لکھ نذیر صبیح الا تسبوا الا اللہ انی اخاف علیکم عذاب یوم البعرہ سورہ ہود رکوع ۴ پارہ ۱۲۔ ترجمہ اور ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ بے شک میں تمہیں صاف ڈرانے والا ہوں۔ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ بے شک میری تم پر دروناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

## بت پرستی

(۲)

قولہ تعالیٰ (قال نوح رب انہم عصونی واتبوا من لم یزده مالہ وولدو الا خسارا و مکروا مکرا کبارا و قالوا لا تذرن الہتکم ولا تذرن ودا ودا سواعا و لا یغوث و یعوق و نسوا سورہ نوح رکوع ۴ پارہ ۱۲ نوح نے کہا۔ اے میرے رب بے شک انہوں نے میرا کتنا نہ مانا۔ اور اس کو مانا۔ جس کو اس کے مال اور اولاد نے نقصان کے سوا کچھ بھی فائدہ نہ دیا۔ اور انہوں نے میری نبردست پال چلی۔ اور کہا تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑو۔ اور تم ودا ودا سواج اور یغوث اور یعوق اور نسر کو چھوڑو

## تفسیر

آدم علیہ السلام سے نوح علیہ السلام تک سولہ سو بیالیس برس کے عرصہ میں جو دس پشتیں پیدا ہوئیں۔ ان کے سب لوگ ایک خدا پرست شرک سے پاک تھے۔ اور اپنے اپنے زمانوں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ امتثال عبرت کے لئے ہوا کرتی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ پہلی امتوں کے حالات آپ کی امت کو عبرت حاصل کرنے کے لئے سناتے ہیں۔ اسی خیال سے آج بعض گزشتہ امتوں کے جرائم اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو سزائیں ملی ہیں۔ وہ غرض کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ شاید اللہ تعالیٰ کے کئی بندے عبرت حاصل کر کے گناہوں سے تائب ہو جائیں۔ اور ان کی بدبت میزی نجات کا ذریعہ بن جائے

## سب سے پہلی مجرم قوم

سب سے پہلی مجرم قوم حضرت نوح علیہ السلام کی ہے۔ جو حضرت نوح علیہ السلام کے سارے نواسو برس تک تبلیغ و اصلاح کی دن رات کوشش کرنے کے باوجود اصلاح پذیر نہیں ہوئی بالآخر اللہ تعالیٰ نے اسے غرق کر دیا۔

قولہ تعالیٰ (کنبت قوم نوحا لم یسلط اذ قال لہم اخوہ نوح الاتقونہ انی لکھ رسول امینہ فاتقوا اللہ واطیعون) سورہ الشعراء رکوع ۴ پارہ ۱۲ ترجمہ نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب ان کے بھائی نوح نے کہا۔ کیا تم ڈرتے نہیں۔ میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو۔ اور میرا کیا مانو۔

نتیجہ

سارے نوسو سال کے جھگڑے کے بعد نتیجہ نکلا۔ قولہ تعالیٰ (فاغریقنا بعد الباقین) الفلک المشکونہ ثم اغرقنا بعد الباقین) سورہ الشعراء رکوع ۴ پارہ ۱۲ ترجمہ پھر ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ بھری کشتی میں تھے۔ بچا لیا۔ پھر ہم نے اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔



# خدا ہر الدین

جلد ۱۱، یوم جمعہ - ہفت روزہ الجھڑی ۱۳۴۲ھ مطابق ۲۹ جولائی ۱۹۵۵ء شمارہ ۱۱

## حج بیت اللہ شریف

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔  
(۱) کلمہ طیبہ (۲) نماز (۳) روزہ  
(۴) حج (۵) زکوٰۃ۔

کلمہ طیبہ کا تعلق اعتقادات سے ہے۔  
باقی چاروں کا تعلق عبادات سے ہے۔ عبادت  
کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) جانی (۲) مالی۔ نماز  
اور روزہ جانی عبادات ہیں۔ زکوٰۃ صرف  
مالی عبادت ہے۔ حج دونوں جانی اور مالی  
عبادات کا مجموعہ ہے۔ اس میں اگر ایک  
طرف مال خرچ ہوتا ہے۔ تو دوسری طرف اتنے  
لیے سفر میں جان کو بھی تکلیف میں ڈالا جاتا  
ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا ثواب  
بھی بہت زیادہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

حضرت بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے حج  
کرسے اور اس میں (اپنی بیوی سے) صحبت  
نہ کرے یا پیہودہ کلام نہ کرے اور فسق  
نہ کرے تو وہ آتا ہے گویا آج ہی اس  
کی ماں نے اس کو جنا ہے

زکوٰۃ کی طرح حج بھی صرف دولت مندوں  
پر فرض ہے۔ غریبوں پر دونوں فرض  
نہیں ہیں۔

چونکہ اس کا ثواب بہت زیادہ ہے اس  
لیے شیطان سب سے زیادہ اس کو برباد  
کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جن کاموں سے  
بچنے کی اس سفر مبارک میں زیادہ ضرورت  
ہے۔ شیطان انہیں میں مسلمانوں کو زیادہ  
مبتلا کرتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا حکم ہے  
وَلَا جِدَالٌ فِي الْيَوْمِ (حج میں جھگڑا نہ کرو)  
مگر اس سفر مبارک میں جتنی لڑائیاں اور جھگڑے  
ہوتے ہیں شاید ہی کسی اور سفر میں جیتے  
ہوں۔

جن ارکان اسلام کا ذکر اب پر کیا گیا

ہے۔ وہ سب فرض ہیں۔ نماز ہر مرد و زن  
پر و حرام امیر و غریب ہر ایک پر فرض  
ہے۔ اور دن میں پانچ دفعہ پڑھنی فرض ہے۔  
روزے سال میں ایک ماہ رکھنے فرض ہیں۔  
زکوٰۃ کی ادائیگی دولت مندوں پر فرض ہے غریب  
کا اس حکم سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ اسی  
طرح حج بھی دولت مندوں پر فرض ہے۔ مگر  
ان میں سے کسی فرض کی ادائیگی کی نسبت  
سے مسلمان کو نہ دوسرے لقب عطا کرتے  
ہیں اور نہ وہ اپنے لیے خود لقب تجویز کرتے  
مثلاً باقاعدہ پانچوں وقت نماز پڑھنے والا،  
نہ خود نمازی کا لقب اپنے لیے اختیار کرتا ہے  
اور نہ لوگ اس کو نمازی کہہ کر پکارتے ہیں۔  
یہی حال روزہ دار اور زکوٰۃ دہندہ کا ہے۔  
مگر حج کا فریضہ ادا کرنے کے بعد یہ ہر حج کرنے  
والے کے نام کا جزو بن جاتا ہے۔ وہ خود  
بھی اپنے آپ کو حاجی کہتا ہے اور لوگ  
بھی اسے اسی لقب سے پکارتے گتے ہیں۔  
اس طرح طبیعت میں ریا پیدا کر کے شیطان  
اس عمل کو ضائع کرنا چاہتا ہے۔ ریا کو  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک اصغر  
(چھوٹا) فرمایا ہے۔ اس سے انسان کا عمل  
ضائع ہو جاتا ہے۔ ادھر کسی عمل میں ریا  
آئی اور ادھر عمل برباد ہوا۔ یہ شیطان کا  
ایک اور حربہ ہے جو وہ مسلمانوں کے خلاف  
استعمال کرتا ہے۔

پہلے تو یہ لعنت ہم پر مسلط نہ تھی۔ مگر  
پاکستان بننے کے بعد یہ عام ہو گئی ہے شاید  
ہی کوئی اللہ کا بندہ اس سے بچتا ہوگا۔  
یہ لعنت ہے وہاں سے سونا، کپڑا اور  
دوسری اشیاء لانے کی۔ اگر حیت  
انہیں چیزوں کے لانے کی ہے تو اخراج  
اور اتنے بے سفر کی یہ تکلیف سب کچھ  
ضائع ہوا۔ یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ  
اکثریت کی یہی نیت ہوتی ہے۔ وہ جلنے  
سے پہلے ان سب اشیاء کی فرست تیار۔  
کر لیتے ہیں۔ اس طرح بھی یہ اہم فرض ضائع

ہو جاتا ہے۔ اور جو نیکو نکلنا چاہتے وہ برباد  
نہیں ہوتا۔ یہ بھی شیطان کا وار ہے جس  
سے وہ مسلمانوں کو اس فرض کے ثواب  
سے محروم رکھنا چاہتا ہے۔ پاکستان بننے  
کے بعد گورنمنٹ کی عائد کردہ پابندیوں کے باعث  
ایک فرقہ ایجنٹ صاحبان کا پیدا ہو گیا ہے  
جو دن دھارے عازمین حج کو لوٹتے ہیں۔  
پہلے وہ یہ درخواست حج بھجوانے کے ساتھ پانچ  
روپیہ فی حاجی وصول کرتے ہیں۔ حالانکہ اس  
پر ان کے سارے چار آنے خرچ آتے ہیں۔  
اس کے علاوہ معلم کی خیس میں سے فی حاجی ان  
کو کچھ ملتا ہے۔ اس طرح ہر ایجنٹ ہر سال  
ہزاروں روپیہ کماتا ہے۔ اسی پر انکشاف نہیں  
ہوئی بلکہ جن حاجیوں کو لوٹتے ہیں انہیں  
کے نام پر چاول اور گندم کی بوریاں اور  
گھی کے کنٹینر وہاں بھرا کر بھیج دیتے ہیں۔  
گویا کہ حج جیسے اہم فریضے کو ان حضرات  
نے لوٹ گھسٹ کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔  
جن کی جیبوں پر ڈاکر ڈالا جاتا ہے اور  
مقدس میں پہنچ کر ان کی آرام و آسائش  
کا خیال رکھنے کی بجائے ان کو ذرا ذرا سی  
بات پر ذلیل کیا جاتا ہے۔ حکومت یہ سب  
کچھ دیکھتی ہے مگر شس سے مس نہیں ہوتی۔  
حکومت کی عائد کردہ پابندیوں کے باعث  
عازمین حج کو اور کسی ناجائز حرکات کرنی پڑتی  
ہیں مثلاً وہ حکومت کی مرضی کے خلاف کچھ  
ہزار روپیہ کے پاکستانی نوٹ اور منہ  
لے جاتے ہیں۔ اور وہ ان کو نقصان بہت  
پر فروخت کر کے گذر اوقات کرتے ہیں۔  
اس سلسلہ میں ایجنٹ صاحبان بھی ان  
کی ضرورت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں نہ  
معلم سے جو وصول کرتے ہیں اس کو پاکستانی  
سکہ میں تبدیل کر لیتے ہیں۔ اور ان کو  
وہاں دیکر واپسی پر پاکستان میں وصول کر  
لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو صحیح معنوں  
میں فریضہ حج کو ادا کرنے کی توفیق عطا  
فرمائے۔ آمین!

## طلباء کا قومی لباس

وزیر تعلیم پنجاب کے ایماء پر حکومت نے  
اسکولوں اور کالجوں کے طلباء کے لیے دیسی  
کپڑے کا ایک یونیفارم مقرر کر کے ایک  
پرائی ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔  
(امیٹ)



# یوم سعید

## ایشاد و فدویت کا ایک مکمل نصاب

عید کا یوم سعید ہر سال آتا ہے۔ ہر سال ایک پیغام لاتا ہے۔ اور ہر سال ہمیں تربیت دیتا ہے اور جب وہ آتا ہے تو ہماری زبانوں سے بے اختیار اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ الحمد کا نعرہ طبع ہوتا ہے۔ جانتے ہو یہ نعرہ کیا ہے۔ سمجھتے ہو اس میں کس بات کا اظہار ہے؟ یعنی سلطانی اور حکمرانی صرف اللہ کے لیے ہے۔ جو کچھ ہے اسی کا ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ہمارا سر ہی بارگاہ میں جھکتا چاہیے۔ اور ہمارا سینہ اسی کی محبت سے معمور ہونا چاہیے۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے اس کی امانت ہے، ہماری روح ہمارا جسم ہمارے ذہنی اور عقلی قوتیں، اور ہمارا ایمانیت اور خودی سب اسی کا عطیہ ہے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ اپنے قوی کو خدا کی رضا میں استعمال کریں اور اس کے حکم کو چاتاس بجالائیں۔ رکنے کا حکم ہو رک جائیں۔ کرنے کا حکم ہو حرکت میں آجائیں، غلام اور بندے کا کام اطاعت اور بندگی ہے۔ آقا کا کام بخشش اور قبول ہے۔ ان اجزاء کی ترکیب سے اسلام کا قیام تیار ہوتا ہے۔ اور اس قیام سے ایک مسلم کا مزاج تشکیل پاتا ہے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ وہ نوع انسانی پر اسلام کی حقیقت واضح کر دیں اور ایک مسلمان کے مشن کو جلی حروف میں دنیا کے لیے محفوظ کر جائیں۔

اذ قال لدا ربہ اور جب ان سے ان کے رب اسلام قتال نے کہا کہ تالعدار بن جاؤ تو اسلمت لوت انہوں نے کہا میں تو ساری العاطلین کائنات کے رب کا فرمانبروار بن چکا ہوں۔

### نصب العین

قربانی کی رسم بہت قدیم ہے اور اس کا مقصد ہے دیناؤں کو خوش کرنا۔ قربانی طاقتوں کو رام کرنا معبودوں کو رشوت دے کر اپنا مطلب نکالنا اسلام میں نہ تو کسی ایسے معبود کا تصور ہے جسے خود انسان نے ٹھہرا ہو اور نہ ایسی عبادتوں اور ریاضتوں کا وجود ہے جن سے خدا کا جذبہ خودی تسکین پاتا ہو اسلام کا فنا ہر عبادت سے بے نیاز اور ہر مذہب کی اور مذہب کی

کے مظاہر سے مستثنیٰ ہے۔ انسان کلکتر و فقی اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور اس کی اطاعت سے اس کی ذات کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اسلام میں عبادت کا تصور یہ ہے کہ وہ خدا کی ہر نعمت پر شکر ادا کرے اور شکر کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی ہر نعمت کا صحیح اور بحسن استعمال ہو۔ انکھوں کا شکر اس کا جائز استعمال ہے۔ زبان کا شکر اس کی راست بازی ہے۔ دماغ کا شکر یہ ہے کہ اس کا استعمال بولنے کے لیے نہ ہو۔ یہی حال نماز کا ہے کہ اصلی نماز برائیوں سے بچاتی ہے۔ یہی حال رزق کا ہے کہ اصلی روزہ لذتوں کو جلاوطن کرتا ہے یہی مقصد قربانی کا ہے۔ کہ اس کا گوشت اور خون نہیں بلکہ اس کا اخلاص اور جذبہ فدویت ہے جو انسان کی پوری زندگی کو حسن عمل کے سانچے میں ڈھال دیتا ہے۔

لن ینال اللہ بارگاہ الہی میں قربانی کا گوشت لحوما ولا اور خون نہیں پہنچتا بلکہ عمارت دما وھا ولکن تقیے کو باریابی کا شرف ینالہ التقویٰ منکم حاصل ہوتا ہے۔

### قربانی اور تکمیل نفس

قربانی کا مقصد حصول تقویٰ ہے اور تقویٰ نام ہے اس کیفیت کا جو شریعت الہی کی پابندی اور رذائل و منکرات سے بچنے کے بعد پیدا ہوتی ہے اور جب یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تو انسان کے اندر ایک گناہ کی قوت باقی نہیں رہتی اور اس کا سارا کاروبار صرف اللہ کے لیے مخصوص ہو جاتا ہے۔

قل ان صلاقی و نکی اسے نبی کہہ دو! میری نماز و محیای و محاتی میری قربانی حتیٰ کہ میرا نماز لہ رب العالمین لا اور جینا اس اللہ کے شریک لئ و بذ اللہ لئے ہے جو تمام جہانوں کا اموت وانا اقول کا رب ہے۔ میں اسی کے مسلمان ہوں مامور ہوں اور تابعداری میں میرا قدم سب سے آگے ہے

یہ قربانی ہی تھی جس نے مسلمانوں کو خلافت اور تمکین فی الارض کا نارت بنایا اور ان کے سر دیہ پر تاج جہاں بانی رکھا، آج بھی قربانی کا حقیقی مقصد امت مسلمہ کو آج کمال پر پہنچا سکتا ہے۔ بشرطیکہ قربانی

قربانی ہو، اور اس کا مقصد گوشت اور خون نہ ہو تقویٰ اور اخلاص ہو۔

شکایت اس کی نہیں کہ لوگ نماز نہیں پڑھتے، شکایت اس کی ہے کہ نماز پڑھنے والے مریضوں سے نہیں بچتے، روزہ خوروں سے کوئی لگے نہیں۔ بلکہ ان روزہ داروں سے ہے جن کی روح کسی انقلاب کے لیے تیار نہیں ہوتی۔ قربانی کرنے والے اور عید کی رخصی منانے والے بہت، لیکن ان لوگوں کو کہاں تلاش کریں جن کی زندگی اور موت اللہ کے لیے ہو، جن کا مقصد حیات اللہ کی حکومت کا قیام اور شریعت الہیہ کی سرپرستی ہو!

### فلاح کا سرچشمہ

اسلام میں قربانی کا مظاہرہ اولیٰ سنیہ کا مشق مع نہیں ہو سکتا، نماز اور جھوٹ، نماز اور فریب، نماز اور طرحا کی نماز اور دل آزاری۔ نماز اور شقاق، نماز اور حرام خوردی کا اجتماع، اسلام میں ناممکن ہے۔ اللہ کو یہ منافقت پسند نہیں ہے کہ ایک مسلمان اللہ اکبر کا نعرہ بھی لگائے اور قبریل پر اپنے سر کو بھی رکھ دے۔

لا الہ الا اللہ کا اقرار بھی ہوا اور وزارت کا طرات بھی۔ ایک طرف قربانی کا مظاہرہ اور دوسری طرف شراب اور جوئے کی لذت بھی، یہی منافقت ہے جس نے مسلمانوں کے عمارت پریشان اور ان کی زندگی کو تلخ بنا رکھا ہے۔ اور جب تک مسلمان عمل میں اخلاص اور عقیدہ میں صحت اور پابندی پیدا نہ کریں گے ان کے منافقانہ اعمال کا کوئی نتیجہ نہ نکلے گا۔

روح کو ٹھوکر، دلوں کی گہرائیوں کا جائزہ لو۔ جمال و خیالات کی نبض پر ہاتھ رکھو اور خود سے سنو کہ

اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ الحمد

کا نعرہ نہیں کس طرف بلا رہا ہے اگر شہداء اعمال کا حقاہ آئندہ کے لیے اصلاح، قربانی کا اولین مقصد ہے اس کے بعد عید ہے۔ عید کی سترتیں ہیں اور امت کی کامیابی ہے!۔

یوم سعید

کی

اسلامی تقرب پر "خدام الدین" لاجو ناظرین کو کام کی خدمت میں اخلاص و محبت کا ہدیہ اور تہلیلہ تقدیر کا

کا

تحفہ پیش کرنا ہے۔!

(مدیر)



# مجلس خیر

مرتبہ: چوہدری عبدالرحمن خاصا

آج مؤرخہ ۲۹ ذیقعد ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۱ جولائی ۱۹۵۵ء مجلس ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے جو تقریر فرمائی وہ درج ذیل ہے:-

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى - اما بعد -

عرض یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہے۔ میں ہمیشہ عرض کرتا رہتا ہوں کہ انسان کے اندر دو چیزیں ہیں۔ روح اور جسم حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اصطلاح میں ان کا نام ملکیت اور بہمیت ہے۔ حقیقت میں انسان روح کا نام ہے۔ انسان اگر جسم کا نام ہوتا۔ تو مرنے والے کا سارا جسم پاؤں کے ناخن سے سر کے بالوں تک موجود ہوتا ہے۔ مگر گھر والے اسکو جلدی قبر تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ماں روتی ہے کہ میرا بیٹا مر گیا۔ بیوی روتی ہے کہ میرا خاوند مر گیا۔ بچے روتے ہیں کہ ہمارا ابا مر گیا۔ مرکون سی چیز گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اندر جو روح تھی۔ وہی انسان تھا۔

نظر آتی تھی۔ یہ انسان کی لاش ہے۔ جس طرح جسم کی تکمیل کے لئے مدارج ہیں۔ پہلے بچپن کا زمانہ ہوتا ہے۔ یہ ۵۔۷ سال کی عمر تک کا زمانہ ہے۔ اس کے بعد طفولیت کا زمانہ آتا ہے۔ یہ بالیہ ہونے تک کی عمر ہے پھر جوانی اور آخر میں بڑاپا۔ جوانی کا زمانہ ۱۶۔۱۸ سال سے ۲۹ سال تک ہے۔ جب انسان مکمل جوان ہو جاتا ہے۔ ۲۵ سے ۴۰ تک جوانی کا دور رہتا ہے۔ ۴۰ کے بعد انحطاط شروع ہوتا ہے۔ اس میں ابتداء۔ وسط اور انتہا سب دور آئے اسی طرح روحانیت کے لئے بھی چار مدارج ہیں۔

۱۔ خشیت الہی - ۲۔ ایمان - ۳۔ اسلام - ۴۔ احسان پہلے خشیت الہی پیدا ہوتا ہے۔ اس سے ایمان پیدا ہوتا ہے۔ ایمان اس لئے لاتا ہے کہ اللہ ناراض ہو گا۔ اور مارے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ فذک بالقرآن من یخاف وعبید رقرآن کے ذریعہ اس کو نصیحت کیجئے۔ جو عذاب سے ڈرتا ہے، دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ امناتنذ من اتبع الذکر وخشی الرحمن بالنیب۔

رسوائے اس کے نہیں کہ آپ اس کو ڈرا سکتے ہیں۔ جو بن دیکھے خدا سے ڈرتا ہے) ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ واما من خاف مقام ربہ وخی النفس عن الهوی فان الجنة هی الماوی۔ واما من طغی واثتر الحیوة الدنیا فان الجنة هی الماوی (جو اللہ کے سامنے گھڑے ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہشات نفسانی سے روکے رکھا۔ اس نے بے شک جنت ٹھکانہ ہے۔ اور جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کے پیچھے لگا رہا اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا) بچے اس لئے سبق یاد کرتے ہیں کہ اگر یاد نہ کیا۔ تو استاد مارے گا۔ خدا کا ڈر ہو۔ تو ایمان نصیب ہوتا ہے

## خوف خدا قرآن کی تعلیم سے پیدا ہوتا ہے

وہیاد کرام فرماتے ہیں۔ طالب الدنیا موت طالب العقبی مخذت۔ و طالب المولیٰ ملک لیب و زینت عورت کی فطرہ ہے۔ ہاتھوں میں ہلکے لگی ہوئی ہو۔ ہونٹا سرخ ہوں۔ تیل لگا ہوا ہو کنگھی پٹا کی ہوئی ہو۔ زیورات سے لدی ہوئی ہو۔ عورت ان چیزوں کو پسند کرتی ہے۔ اسی لئے دنیا کے طالب کو اللہ والے عورت سے تشبیہ ہیں۔ کہ وہ بھی سوٹ۔ کنگھی پٹی موٹر۔ کو بھی مرچھر۔ وغیرہ میں پھنس کر مقصد نہ ندگی بھول جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ چیزیں ضرور ہوں۔ خواہ اندر ایمان ہو یا نہ ہو۔ طالب عشقی اللہ والوں کے نزدیک مخذت ہیں۔ وہ دودھ کی نہروں حور و اور دوسری نعمتوں کے باعث خدا کو یاد کرتے ہیں۔

حقیقت میں طالب مری ہو نا ہی روحانیت کا کمال ہے۔ بہشت یا اس کی نعمتیں مقصود بالذات نہیں۔ یہ تو نزل من غفور الرحیم ہے۔ یعنی اللہ کی طرف سے اپنے نیک بندوں کے لئے مہمانی کے سامان ہیں۔ مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ ایک شخص حضور نظام حیدر آباد (دکن) سے

ملنا چاہتا تھا۔ پہلے ان کے کسی صاحب خاص کو لکھ دیا۔ وہ نظام صاحب سے دریافت کر کے ان کو لکھ دیا۔ کہ آپ آجائے۔ یہ شخص جب حیدر آباد (دکن) کے اسٹیشن پر پہنچا۔ تو نظام صاحب خود اس کے استقبال کے لئے وہاں موجود نہ ہوں گے۔ بلکہ ان کا کوئی نمائندہ ان کو ملے جا کر مہمان خانہ میں پہنچا دے گا۔ اس دن سے اس کا وظیفہ شروع ہو جائے گا۔ ملاقات تو ممکن ہے۔ کئی دن بعد ہو۔ اسی طرح اللہ اپنے معزز مہمانوں کے پہلے بہشت میں پہنچا دیتے ہیں ملاقات فقط جمعہ کے دن ہوتی ہے۔

خشیت الہی کے بعد ایمان حاصل ہوتا ہے۔ اس سے احکام الہی کی تعمیل کا دل میں ارادہ پیدا ہوتا ہے۔ اسی ارادہ کا نام ایمان ہے۔ استاد کی مار کا ڈر ہو تو بچے سبق یاد کرتے ہیں۔ اول خوف خدا اور پھر ایمان پیدا ہوتا ہے۔ احکام الہی کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ قرآن یعنی وحی شتویا جلی ۲۔ احادیث یعنی وحی غیر شتویا جلی قرآن بھی اس کا۔ اور وہاں بنطق عن الهوی کے ماتحت احادیث کا مجموعہ بھی اسی کا اتفاق ہوا ہے۔

ایمان کے بعد تیسرا درجہ اسلام کا ہے۔ اگر اسلام کی بنیاد ایمان پر نہ ہو۔ تو ایسا اسلام بارگاہ الہی میں مقبول نہیں۔ بلکہ مردود ہے۔

اِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ اَنْكَ كَرِهُوْلِلّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنْكَ كَرِهُوْلِلّٰهِ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اَنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكَذِبُوْنَ (سورہ المنافقون ص ۱۷)

منافقین کے دل میں چونکہ ایمان نہیں ہے اس لئے وہ سچی بات بھی کہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو جھوٹا کہہ رہے ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھئے۔

بعض اوقات درخت کی جڑ خشک ہو جاتی ہے۔ مگر تنے۔ پتے اور شاخیں سرسبز ہوتی ہیں۔ مالی ایسے درخت کو اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ اور اس کی جگہ ایک نئی لگا دیتا ہے۔ جو کئی سال بعد درخت بنے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلَى صُوْرٍ كَثْرَةٍ اِلَّا اَمْوَالُہُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلَى قُلُوْبِہُمْ وَ اَعْمَالِہُمْ (سے تسکات اللہ تعالیٰ)

نہ تمہاری صورتوں اور نہ تمہارے مالوں کو دیکھتا ہے۔ بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے) اگر دل میں ایمان نہیں تو عمل مقبول نہیں۔ منافقین کے دل میں انک لہر رسول اللہ نہیں ہے۔ اسلئے اللہ ان کو جھوٹا کہہ رہا ہے۔

ایمان کا نتیجہ اسلام ہے۔ جڑ خشک ہو تو درخت ہرا بھرا رہ ہی نہیں سکتا۔ منافقین کے دلوں میں ایمان نہ تھا۔ اس لئے وہ کھار اور شکرین کے برابر سمجھے جاتے تھے۔

(باقی صفحہ ۱۸ پر)



# وَلَوْ لَے

(از زائرِ حرمِ حیاتِ صاحبِ مدنیؒ)

قدمِ ارضِ طیبہ پہ پیس پڑنے والے  
یہاں حُجراتِ شوقِ سوئے ادب سے  
بن آئی سے لے طبعِ مشتاقِ تیری  
اُسے کیا ہوس کائناتِ جہاں کی  
قدم کیوں نہ اہلِ مدینہ کے چہروں  
مدینہ کے کوچے ہیں اور سیرِ حُریت  
غلاموں کے آقا غریبوں کے مُونس  
تیری اک نگاہِ کرم چاہئے ہے  
سب کا رہنمائی اور یہ اسرار ہے  
کہ دامنِ رحمت میں کوئی چھپا لے



# عیدِ قربان

(از جناب رئیس لکھنوی)

مسلم نادان نہیں واقف تو اس تعلیم سے  
جو وراثت میں ملی ہے تجھ کو ابراہیمؑ سے

راہِ حق میں کونسا وہ جذبہٴ ایثار تھا  
جس کا اسماعیلؑ دنیا میں علم بردار تھا  
خجر اُلفت سے تو بھی نفس کو قربان کر  
کشت و خون کے معرکوں میں زیستِ یکساں کر

عیدِ قربان! درسِ تسلیم و رضا کا نام ہے  
آئینہٴ دارِ جمالِ مصحفِ اسلام ہے  
آج تو قاصد ہے ابراہیمؑ کے پیغام کا  
حکم کا طالب نہیں مطلق خدِ اسلام کا



# تایخ حج

(الاحباب شیطانی)

”حج“ عربی کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں زیارت کا مقصد کرنا۔ زیارت کا ارادہ کرنا۔ چونکہ اس فریضہ میں لوگ ہر چار جانب مشرق، مغرب، شمال، جنوب دور دراز سے خانہ کعبہ کی زیارت کے مقصد سے آتے ہیں۔ اس لیے اس مقدس فریضہ کو ”حج“ کے نام سے موسوم کیا گیا۔

اس زیارت کا مقصد یہ ہے کہ تمام عالم کے مسلمان ایک خدا کے سامنے ملے والے اس کو سب سے افضل، بزرگ اور بزرگ ماننے والے ہر جگہ سے ہر مقام سے ہر گوشے سے یہاں جمع ہوں اور سب مل کر یہاں سے اسلام اس زمین فطرت کا حقیقی پیغام لے کر اپنے اپنے مستقر کو پس جائیں۔ اور یہ پیغام مقدس امانت دوسروں کے گوش گزار کریں۔ جو اپنے میں اس مقدس فریضہ کو ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

یہ مقدس فریضہ آج سے صدیوں پیشتر حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کی وساطت سے عالم وجود میں آیا۔ جن کے مقدس اور متبرک ہاتھوں نے خانہ کعبہ، اس مقدس، پرستوت اور بادقار عمارت کی بنیاد ڈالی۔ اور جس کو تعمیر کرتے وقت ان کی زبان مبارک سے نکل رہا تھا۔

”پروردگار ہماری اس کوشش کو قبول فرما، تو سب کچھ سستا ہے اور جانتا ہے۔ پروردگار! اور تو ہم دلوں کو اپنا (اطاعت گزار) بنا۔ اور ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اٹھا جو تیری مسلم ہو۔ اور ہم اپنی عبادت کے طریقے بنا اور ہم پر عنایت کی نظر رکھ۔ تو بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔ پروردگار! اور تو ان لوگوں میں انہی کی قوم سے ایک ایسا رسول بھیج جو انہیں تیری آیات سنائے اور ان کو کتاب اور دہانی کی تعلیم دے اور ان کے اخلاق درست کرے یقیناً تو بڑی قوت والا ہے اور بڑا حکیم ہے۔“

اور پھر جب یہ مقدس عمارت پایہ تکمیل کو پہنچ گئی، جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کے پاک ہاتھوں سے یہ عمارت تیار ہو گئی اور جب خداوند قادر و جل جلالہ کا مقصد عظیم پورا ہو گیا تو اس نے انہیں مخاطب کرنے ہوئے کہا۔

”اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے اس گھر کی جگہ مقرر کی اور اس عبادت کے ساتھ کہ یہاں شرک نہ کرو۔“

میرے گھر کا طواف کیا لو! قیام کرنا لو! اور لوگوں کو دیکھ کر دعاؤں کیلئے پاکہ منہ رکھو۔ اور لوگوں میں حج کی حرام منادی کر دے کہ تم رہے پاس آئیں۔ خواہ پیدل آئیں یا سوار و دار مقام سے پہلی اونٹنیوں پر آئیں۔ تاکہ یہاں آکر وہ دیکھیں کہ ان کے لیے کیسے کیسے دینی و دنیوی منافع ہیں اور ان چند مقررہ دنوں میں ان جانوروں پر جو اللہ نے ان کو دے دیے ہوں۔ اللہ کا نام لیں (یعنی قربانی کریں) اور اس میں سے خود بھی کھائیں اور تنگ دست و محتاج لوگوں کو بھی کھلائیں۔“

لیکن چند صدیوں بعد ایام جاہلیت میں انہی بندگوں کی اولادوں نے اس فریضہ کو ایک میلہ کی سی شکل دے دی تھی۔ جس میں بڑے بڑے قبیلے جھگڑوں کی صورت میں آتے۔ اور طرطرح کے مظاہرے کرتے کسی قبیلہ کا شاعر اپنے قبیلہ کی شجاعت، عزت اور طاقت کی تمغیں مارتا۔ تو دوسرا اس بھی بڑھنے کی کوشش کرتا۔ طرح طرح کے مقابلے ہوتے۔ کہیں تو فیاضی کا، کہیں مہمان نوازی کا۔ کہیں تلوار کا تو کہیں نیزے کا۔ کسی طرشتی ہو رہی ہے تو دوسری طرف ایک دوسرے کی بھوکا رہے ہیں۔ اور پھر اس بھوکہ کوئی میں اکثر اوقات ایٹائی جھگڑے ہو جاتے، جو اپنے ناک شکل اختیار کر لیتے اور یہ برسوں تک ختم ہونے میں نہ آتے۔

پھر یہ لوگ بالکل برہنہ ہو کر کعبہ کے گرد طواف کرتے اور اس دوران میں وہ عجیب عجیب حرکتیں کرتے کوئی سیٹی بجاتا۔ تو کوئی تالی کوئی ترستا پھونکتا اور یہ سب مل کر چلتے۔

”میں حاضر ہوں میرے اللہ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں۔ مگر وہ جو تیرا ہونے کی وجہ سے تیرا شریک ہے تو اس کا بھی مالک ہے۔“

قربانی کرتے لیکن اس طرح کہ اس کا خون خانہ کعبہ کی مقدس دیواروں پر مل دیتے اور گوشت وغیرہ وٹانے پر ڈال دیتے۔ کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق خدا کو یہ چاہیے۔ اور یہ اس تک پہنچ جائے گا کچھ لوگ اپنے بھی جتنے حج کے لیے گھر سے نکلتے اور تمام راستہ مانگتے

کھاتے آتے، وہ اس کو ذاب سمجھتے (مذاس سفر میں وہ تجارت اور محنت کی کمائی کو ناجائز تصور کرتے۔ کچھ حج کے دوران میں کھانا پینا ترک کر دیتے اور بعض تو بات چیت کرنا بھی چھوڑ دیتے۔ اس حج کو وہ ”حج مصمت“ یعنی گونجا حج کہتے

یہ حالات بہت عرصے تک رہے۔ یہاں تک عمر ابن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس دنیا میں تشریف لائے اور پھر خداوند تعالیٰ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے عمر بن! اس سے کہہ دو کہ

”اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ جو کوئی اس گھر تک آنے کی قدرت رکھتا ہو، حج کے لیے آئے پھر جو کوئی کفر کرے (قدرت کے باوجود نہ آئے) تو اللہ کا نام دینا والوں سے بے نیاز ہے۔“

تمام یہود اور لغو افعال کی ممانعت کی گئی۔ ”حج میں نہ شہوانی اعمال کئے جائیں۔ نہ نسق نہ خور ہو، نہ لڑائی جھگڑے۔“ اسلاف کے کارناموں، بھوکہ کوئی اور شاعری کے لیے فرمایا۔

”پھر جب اپنے مناسک حج ادا کر چکے تو جس طرح تم اپنے آباد کا ذکر کرتے تھے اب اللہ کو یاد کرو کہ وہ اس سے بڑھ کر“

اور پھر قربانی کے بارے میں ارشاد ہوا: ”ان جانوروں کو خالص اللہ کے لیے اسی کے نام پر قربان کرو، پھر جب ان کی پیشین زمین پر پھیر جائیں جب ان میں جان باقی نہ رہے (تو خود بھی ان میں سے کھاؤ اور قانع کو بھی کھلاؤ اور حاجت مند سائل کو بھی۔“ قدر بانی کے خون سے کعبہ کی دیواروں کو آلودہ کرنے اور اس کے گوشت کے متعلق نازل ہوا۔

”اللہ کو ان جانوروں کے گوشت و خون نہیں پہنچے بلکہ تمہاری پرہیزگاری اور خدا ترسی پہنچتی ہے۔“

نئے ہو کر طواف کی بھی مخالفت کی، اور کہا۔

”اے نبی کہو کہ اللہ تو ہرگز بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔“

”اے آدم زادو! ہر عبادت کے وقت اپنی زینت (لباس) پہنے رہا کرو۔“

حج کے دوران میں لگتے کھاتے پیئے پلئے کو بھی منع قرار دیا۔

”زادو! کیونکہ بہترین زادو آخرت تو تقویٰ ہے۔“

حج کے سفر میں تجارت کی کمائی اور سودی کو جائز (حلال) قرار دیا۔



# بیت اللہ شریف

(از جناب مشتاق حسین صاحب بخاری)

دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا

ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے کواض کے جہاد میں اسلام کے لیے وہ مقام مقرر فرمایا جس کی عظمت، شرافت اور عزت اقوام عالم میں بالعمیم اور اہل عرب میں بالخصوص ایسے قدیم زمانے سے چلی آ رہی ہے جس کا صحیح تعین کرنا سہل نہیں ہے۔ حج کا سالانہ اجتماع کوئی مسلمانوں کی ایجاد نہیں بلکہ خانہ کعبہ کی تاریخ کی طرح اسکی تاریخ بھی نہایت قدیم ہے۔ یہ فخر اسی مقام ہی کو حاصل ہے کہ دنیا کے ہر گوشے سے اس کے زائرین مقررہ وقت پر مسرت آتے ہیں اور جس کی تعداد میں ہر سال اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ سفر کی صعوبت یا موسم کی مصیبت یہاں تک آنے والوں کی ماہ میں حائل نہیں ہوتی۔ بین الاقوامی جنگیں جہاں بھی حج کی ادائیگی پر اثر انداز نہیں ہوا۔ اور نہ ہی ملک کی باہمی خانہ جنگی اس فریقہ کو التواء میں غوال کی۔ یہ مسلمانوں کا خصوصی امتیاز ہے کہ ہر سال ان کی تمام برادری بلا لحاظ ملک و قوم یا رنگ و نسل ایک جگہ جمع ہوجاتی ہے وہاں ان کی اسلامی شہرت باقی سب خصوصیات پر غالب ہوتی ہے۔ وہاں ایشیائی، یورپی یا افریقی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ وہاں حکومت و آزاد میں تمیز نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہاں فقط اللہ کی براہ راست حکمرانی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ فقہ مفت کسی شخص میں کیسے کے ہاتھ میں ہو جیسے سوری حکمران۔ لیکن یہ بھی انسان کے خود ساختہ قوانین پر نہیں بلکہ احکام خداوندی کے ذریعہ حکومت چلاتی ہے۔

پھر مسلمانوں میں سب سے زیادہ باہمی یکسانیت زمین پائی جاتی ہے۔ فرقہ پرستی کو وہاں دخل ہی نہیں دیتا تو حقیقتاً اسے فرقہ پرستی ہی کہہ دینا اسام کو بھی شہر کی نظروں سے ناکا جاتا ہے۔ لیکن وہاں ایک ایک امام کی بیروی میں نماز ادا ہوتی ہے۔ سطوت حرم پاک کے آگے سب کے سرنگوں ہوتے ہیں۔ کسی کی کیا مجال کہ دوسرے پر انگشت نمائی کر سکے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے ان میں اختلاف ہے ہی نہیں اور انہی دلیل و نہاد کو دیکھ کر قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا سماں آنکھوں تلے پھر جاتا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبت میں حج کیا کرتے تھے۔ کاش کہ آج کے مسلمان اس طرح یکجہت کو سچو انھیں بیت اللہ

میں ملتی ہے اپنے قلوب میں جاگزیں کئے ہوئے لوٹیں۔ اور آئے ہی فرقہ بازی کے اختتام کو ہم آہنگی کے کفر شکن گزر سے پاس پاس کر دیں یہی خانہ کعبہ کی مرکزیت کا فلسفہ ہے کہ جب تک مسلمان اس سے وابستہ رہیں گے انہیں ہر سال اس سرچشمہ ہدایت سے پیغام ایک رنگی مقام ہی رہے گا۔

اس مہتد کے بعد ہم اپنے اعلیٰ موضوع کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ خانہ کعبہ کب اور کس طرح تعمیر ہوا۔

سیدنا انبیا علیہم السلام قوم بابل کی جانب پیغام رشاد ہدایت لے کر آئے تھے۔ لیکن جب ان کی پیہم کو شنشیں ان کو راہ ملت پہلانے کے لیے ناکام ثابت ہوئیں اور وہ اپنی عم زاد حضرت سائرہ اور حضرت لوط کو سی اپنا بھتیجا بنا سکے تو دین کی طرف ہجرت کی۔ بعد ازاں ہدایت خداوندی کے تحت حضرت عابرہ اور سیدنا اسمعیلؑ کے ہمراہ عرب وارد ہوئے اور موجودہ مکہ معظمہ کے مقام پر قیام کیا۔ جب آبادی میں کچھ اضافہ ہوا تو ارشادِ ایزدی کے مطابق بیت اللہ کی تعمیر کی۔ اسی گھر کا نام کعبہ ہے جس کو غلیل اللہ نے مربع شکل میں پھردن سے بغیر چھت اور دروازے کے تعمیر کیا تھا۔ حضرت اسمعیلؑ اس میں مزدوروں کی طرح کام کرتے رہے۔ یہی تعمیر کعبہ عرصہ دراز تک قائم رہی پھر عمالین اور اس کے بعد چھتے اس کو دائرہ فرمایا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ میں حرم پاک کے ستون پر مقرر ہوئے تو انہوں نے تعمیر کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے ہر سے سے جوایا۔ اس کی چھت کھجور اور لکڑی سے تیار کی۔ خانہ کعبہ کے پہلو میں انول دارالذوق بھی بنوایا۔ یہ پہلی عمارت تھی جو اس جگہ نہ کعبہ کے بعد تعمیر کی گئی۔ انہوں نے خانہ کعبہ کو قریش کے مختلف قبائل میں تقسیم کر دیا اور انہوں نے طواف گاہ کے قریب اپنے اپنے مکانات بنائے تو پھر حضور کی بعثت سے تقریباً پانچ سال قبل ایک سیاح نے خانہ کعبہ کو شمار کر دیا جسکی دوبارہ تعمیر شروع ہوئی تعمیر کا کام مختلف قبائل میں منقسم ہو گیا۔ اب بھی اپنے عم حضرت عباسؓ کی برای میں بھاری پتھر لٹا کر اس کو تعمیر کرتے تھے۔ سوادہ رومی ایک مہری بنیاد نے اسکی تعمیر کی۔ اسی موقع پر حجر اسود کھنڈ کا مشہور سانچہ پیدا ہوا تھا

جس کو رسول اکرمؐ نے بیکرفت و خون گھونٹا سونے سے بنا دیا۔ خلیفہ ثانی حضرت عثمانؓ فرمودہ چونکہ کعبہ میں طواف گاہ پر تعمیر شدہ مکانات کو گدا کر اس جگہ کو بھی حرم پاک میں شامل کر لیا۔

جب یزید نے اپنے عدو حکومت میں مکر کے حاکم حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پر حصین بن نمیر کو فوج کشی کر کے بھیجا تو حضرت ابن زبیر حرم میں پناہ گزیں ہوئے تو حصین نے منجیق سے کام لے کر خانہ کعبہ کو سخت نقصان پہنچایا۔ اس نے اس موقع پر فلات کعبہ کو بھی جلا ڈالا۔ انہی دنوں یزید فوت ہو گیا اور حصین نے محاصرہ اٹھا لیا حضرت ابن زبیر نے خانہ کعبہ کے بغیر حصے کو بھی گدا کر میں سے عمرہ چھوڑ دیا۔ اس سے اندر تعمیر کیا۔ حدیث بنوی کے مطابق حکیم کو دروازے کے اندر داخل کر دیا اور دروازے کو زمین کے برابر کر دیا۔ اس کے بالمقابل مغربی جانب ایک اور دروازہ کھولا دیا۔ تعمیر سے فراغت کے بعد اس پر دیا کا خلاف تنگ و عریض میں معطر کر کے چڑھایا۔ وہ ۱۷ ارب سکہ تھے اس کی تعمیر سے فارغ ہوئے۔ ان کی شہادت کے بعد جب حجاج ابن یوسف مکہ میں وارد ہوا تو اس نے خلیفہ عبدالملک کو اس کی تجدید کی اطلاع دی۔ عبدالملک نے کہا کہ حضور کے زمانے میں خانہ کعبہ کی جو شکل تھی اس کو اسی نمونے پر تعمیر کرے۔ چنانچہ حجاج نے اس کو شمالی جانب سے چھ گز ایک باشت تک منہدم کر دیا۔ اس دیوار کو قریش کی بنیاد پر قائم کیا۔ مشرقی دروازہ کو قائم کر کے مغربی دروازے کو بند کر دیا جو پتھر اس سے عبور ہونے لگے وہ زمین پر ڈال دیئے گئے۔ اس کے بعد اس کی تعمیر میں بنیادی طور پر تعمیر نہیں ہوا۔ اور موجودہ تعمیر حضرت عبداللہ ابن زبیر اور حجاج کی تعمیرات پر ہی موجود ہے۔ ۹۷ھ میں سلطان سلیمان نے اس کی چھت پھر دیواری ششادہ حسن سلطان احمد نے اس میں معمولی سی ترمیم کی۔ اس کے بعد ششادہ میں ایک سیاح آیا اور خانہ کعبہ کی زمرہ کے اندر پیرا میٹر کی بلندی تک چڑھ گیا اس کی شمالی مغربی اور مشرقی دیوار میں منہدم ہو گئیں جس کو سلطان رابع نے دوبارہ تعمیر کیا البتہ اس کے بعد کی تعمیرات قابل ذکر نہیں۔

## شکل کعبہ

حجاج نے خانہ کعبہ کو جس شکل میں دوبارہ تعمیر کیا تھا۔ بیرونی جانب سے اب تک اسی ہیئت میں قائم ہے۔ حدود رسالت میں بھی یہی صورت تھی۔ یعنی وہ قریب قریب مربع شکل میں ہے اور نیکیوں ٹھوس پتھر سے بنایا گیا ہے۔ بیت اللہ کی چارہ دیواری ٹھیک انہی اطراف میں ہے۔ جن اطراف پر منہم کا اہرام کلاں ہے۔ ان اطراف پر دیواروں کا فائدہ یہ ہے کہ جس صورت سے بھی ہوا چلے اس کا زور عمارت پر نہیں پڑتا۔



# عید سربان

از جناب حضرت مولانا محمد اجمل صاحب خطیب جامع مسجد رحمانیہ

قلعہ گوجرانگہ - لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله على الايام اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له في ارضه وسماواته  
والله اعلم ان محمدا عبده ورسوله  
خاتم الانبياء صلى الله عليه وعلى آله وصحبه  
اصحابه صلاته واسمته الى يوم لقائهم  
عید قربان مبارک ہے حضرت خلیل الرحمن علیہ السلام  
کی یاد کو تازہ کرتی ہے۔ اس دن حضرت ابراہیم  
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امتثال امر اور تعمیل حکم کا  
وہ بے مثال ثبوت دیا ہے جس سے ہر خدا پرست  
کے دل میں شوق قربانی اس انداز سے سما گیا ہے  
جسے دنیا کی طاغوتی طاقتیں اگر مجتمع ہو کر بھی  
نکالنا چاہیں تو محال اور ناممکن ہے۔ حق سبحانہ  
و تعالیٰ نے اپنے پرانے قانون کے مطابق  
حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے  
صاحب زادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو امتحان  
میں ڈال کر ان کے اخلاص کو پرکھا۔ پرکھ کر دونوں  
حضرات کو درج علیا اور مراتب رفیعہ اور امامت  
کبریٰ کے منصب سے نوازا

قرآن مجید استخانی دافعہ کو یوں نقل کرتا ہے۔  
ایک بار کعبہ کے بنانیوالے آگ مزدی میں چھلانگ  
لگائے ولے آباد اجداد کے معبودوں کو توڑنے  
والے ساری قوم سے تنہا ٹکڑے لینے والے لوگوں کو  
فرہینج کے لیے بلانے والے مخلوق کو چھوڑ کر  
خالق اکبر سے تعلق جوڑنے والے حضرت ابراہیم  
علیہ السلام و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا وحدہ  
لا شریک کی جانب سے بذریعہ خواب بشارت دی گئی  
کہ آپ قربانی پیش کریں۔ یہ مطلوبہ قربانی بکرے کی نہ  
تھی۔ بیٹے کی نہ تھی۔ اونٹ بیل گائے کی نہ تھی  
لاڈلے اکھوتے نور لبیر لغت جگر رشک قمر حضرت  
اسماعیل علیہ السلام کی تھی۔ حضرت فرود سی اسلام نے  
بہترین انداز میں اس مضمون شریفہ کو یوں قلمبند  
کیا ہے۔

بشارت خواب میں پائی کہ اٹھ بہت کسا مال کو  
پے خوشنودی مولیٰ اسی بیٹے کو قربان کر  
اطحار سل اسی عالم میں رہی اور تیرے گھر  
پے تعمیل چل نکلا خدا کا پاک پیغمبر

پہر بولا کہ بیٹا آج میں نے خواب دیکھا ہے  
کتاب زندگی کا انزال باب دیکھا ہے

یہ دیکھا ہے کہ میں خود آپ تجھ کو ذبح کرتا ہوں  
خدا کے نام پر تیرے لبوں میں ہاتھ بھرتا ہوں۔  
اب دیکھ کر حکم اول قواداد کے بارے میں دیا  
گیا۔ اور اولاد بھی کیسی نرینہ اند فرزند بھی اور جہنم  
نا خلف نہیں بلکہ نبی معصوم۔ ایسے بچے کو قربان کرنا  
سہل کام نہیں حقیقت میں اپنی قربانی پیش کرنی  
آسان ہے مگر اپنے ہاتھ سے اولاد کے نازنین  
مخلوق پر خنجر کا چلانا اور اس کو خاک و خون میں  
تبدیل پانا بہت مشکل کام ہے۔ مگر حکم خداوندی تھا  
صبح اٹھتے ہی حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا۔  
اے اسماعیل چھری اور رسی لے آؤ۔ آج  
جنگل کی طرف جانا ہے۔ جب یہ مقدس ہستیاں  
چلیں۔ باپ نے رستے میں بیٹے سے مشورہ کیا اور  
سارا ماجرا اپنی بھی خواب کا کہہ سنایا۔ جسے  
قرآن مجید نے یوں نقل کیا۔

فانظروا ماذا تروی۔ اے اسماعیل اب بتاؤ  
تمہاری کیا رائے ہے؟ مشورہ کیا کس سے؟  
اس سے جو آنکھوں کا تارا اور بڑھاپے کا سہارا  
تھا۔ یعنی تم اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان  
کرنے کے لئے کہاں تک تیار ہو؟ حضرت اسماعیل  
علیہ السلام نے فرط ادب سے گردن جھکا کر مجھے  
عرض کی۔

افعل ما تؤمر

ابا جان! جو حکم ملا ہے اسے پورا کیجئے  
(درکار خیر خیر جتنی استخارہ نیست)

آپ دیر نہ فرماتیں کہیں حکم الحاکمین ناراض نہ ہو جائیں  
اگر میری جان قبول فرمائیں تو ایک جان کیا؟ اگر  
ہزار جانیں بھی ہوں تو تیار کرنے میں مجھے کوئی عذر  
نہیں۔ رستے سعادت!

آپ مجھ کو متصل اور صابر پائیں گے۔

سنت جہد فی انشاء الله من الصابرين  
ترجمہ: کہہ فرزند نے اے باپ اسماعیل صابر ہے  
خدا کے حکم پر بندہ ہے تعمیل حاضر ہے  
حقیقت میں مجھ سے بڑھ کر کوئی سعادت مند  
اور خوش قسمت ہو سکتا ہے کہ اپنے رب مجازی

حضرت خلیل اللہ کی معرفت اپنے رب حقیقی کو وہ  
روح حواسے کرتا ہوں۔ جو انہوں نے بطور وحی  
چند ایام کے لیے مرحمت فرمائی تھی۔

ابا جان! آپ بسم اللہ کر کے میرے گلے پر  
چھری پھیر دیجئے۔ مبارک شیطاں ہمارے خالص مقول  
کو بگاڑ دے۔ البتہ چند معروضات خدمت علیہ  
میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اول یہ کہ چھری خوب تیز  
کر لیں اور مجھ کو رستی سے جکڑ کر باندھ لیں۔ تاکہ  
میرے تڑپنے اور پھڑکنے سے جناب کے وجود  
مستود پر خون کے چھینٹے نہ پڑیں۔ دوم یہ کہ منہ  
کے بل لٹ کر ذبح کریں۔ تاکہ میری صورت پر بوقت  
ذبح آپ کی نظر نہ پڑے ورنہ ہو سکتا ہے کہ شفقت  
پدیدی بحر قلزم کی طرح جوش مارے اور ہاتھ میں سکت  
نہ رہے۔

مبادا آپ کو صورت پر میری رحم آجائے  
مبادا میں تڑپ کے چھوٹ جاؤں ہاتھ تھرائے  
موم یہ کہ میری قمیص میری والدہ ماجدہ کو پورا  
سلام و دعا دی دے دینا تاکہ یہ ابدی مفارقت کے  
زخم کے لیے تڑپے مرہم کا کام دے سکے۔  
حضرت خلیل اللہ علیہ السلام حضرت ذبیح اللہ  
کی نفی سی زبان سے یہ کلمات سن کر بہت مسرور  
ہوئے۔

اب بیٹا خوش ہے کہ میں خدا کی راہ میں قربان  
ہو رہا ہوں اور اپنی جان کو جان آفرین کے سپرد کر  
رہا ہوں۔ ادھر باپ خوش ہے کہ میں بتقریب  
ربانی اپنے تخت جگر کی قربانی پیش کر رہا ہوں۔  
فروری اور کسینی اور ایسے مقدس مکات سبحان اللہ  
اقبال مرحوم نے خوب کہا ہے

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی  
سکھائے کس نے اسماعیل کو ادب فرزند  
اگر مرحوم نے موجود نسل کا بھی نقشہ خوب کھینچا ہے  
طفل میں بوائے کیا مال باپ کے اطوار کی  
دودھ تو ڈبے کا ہے نعیم پر کار کی  
چنانچہ بتعمیل حکم خداوندی اور نظر کو زہین پر لٹایا۔  
ہاتھ پاؤں کو رسی کے مضبوط باندھا۔ خوشی خوشی  
چھری کو پتھر پر رکھ کر خوب تیز کیا۔ تاکہ کاٹنے  
میں ذرا بھی دیر نہ لگے۔ اور آسمانوں میں کہرام  
جگ گیا۔

ساکنان طلاء اعلیٰ متحیر کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور  
کیوں ہو رہا ہے۔ ایسا ہوش ربا اور روح فرسا منظر  
اب تک ان کی پاکباز نگاہوں نے چرخ نیلگوں  
مکے نیچے نہ دیکھا تھا۔ لیکن کسی کی کیا طاقت اور  
جرات کہ بارگاہ جلال و جبروت میں لب کنائی کر  
سکے اور یہ پوچھ سکے۔ یہ سانچہ رزہ خیر کس مصلحت  
کے پیش نظر ہو رہا ہے۔



معلوم حضرت خلیل اللہ کے قلب مبارک میں کیا جوش و خروش موجزن تھا کہ آنکھوں کے تارے بڑھاپے کے سہارے حضرت اسماعیل کے نازنین حلقوم پر

بسم اللہ اللہ اکبر

کہہ کر چھری جلا دی۔ لیکن شورش حقیقی علی الاطلاق نے چھری کی تیزی سے قطع و برید کی تاثیر سلب کر لی۔ اب چھری کی کیا مجال کہ وہ حکم ذوالجلال سے سرتابی کرے۔ وہ کیسے کاٹتی جب کہ اس کو حکم لا۔ لا تذبح (ذبح نہ کرنا) اور ابراہیم سے فرمایا (اذبح ذبح کیے اور ذبح اللہ کی کھال سے فرمایا لا تذبح (اے کھال تو نہ کٹا) جب چھری کند ہو گئی کاٹنے سے صاف جواب دے دیا۔ ابراہیم نے جھنجھلا کر فرمایا۔ تجھے کیا ہوتا کاٹتی کیوں نہیں بزبان حل جواب دیا۔ اے میرے بیٹے! آپ اپنا کام کریں میں اپنا کام کر دوں گی۔ آپ کو جو حکم ملا ہے آپ اس کی تعمیل کریں۔ مجھے جو حکم ملا ہے۔ میں اس کی تعمیل کر دوں گی۔ اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ میں آپ کے حکم کی تعمیل کر دوں؟ یا حکم اعلیٰ کی اطاعت میں سر تسلیم خم کر دوں۔ مولانا رومی نے کیا خوب فرمایا ہے

خاک و باد و آب آتش بندہ اند

با من و تو مردہ اند با حق زندہ اند  
دیکھتے افراتر از آب و آتش کی آتش تھانے نے کس قدر صبر و سکون دے رکھا ہے کہ وہ عجیب جزائے جرات شجاعت و بہادری سے چین نیاز کو بے نیاز کے ساتھ جھکا کر گردن کھڑا رہا ہے۔ وہ اپنی جان شیریں کی جان آخرین کے نام پر قربان کرنا عین غرض منتہی اور سعادت سمجھ رہا ہے۔ اپنی ریشمی کھال کے کٹنے اور خون بہنے کا گھٹنوں سے انتظار کر رہا ہے لیکن خدا جانے اس چھری کو کیا ہو گیا کہ وہ خلیل اللہ کی دلی خواہش کے پورا کرنے میں باوجود اتنی کوشش کے کامیاب نہیں ہونے دیتی۔ آخر کار غیب سے آواز آئی۔ جس کو قرآن مجید یوں بیان کر رہا ہے۔

و نادیمنا ان یا ابراہیم قد صدقت الریاء

اے ابراہیم تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا

چنانچہ جبریل علیہ السلام

اللہ اکبر اللہ اکبر

کی صدا بلند کرتے ہوئے حکم رب العالمین ایک جنتی میڈیٹھالائے۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے جبریل اچن کی آواز کو پہچانا

لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کی ندا سے جواب دیا۔ ذبح اللہ نے اللہ اکبر واللہ الحمد

مقدس کلمات سے استقبال کیا۔ ان مقدس کلمات باریکات کا محسوس بطور سنت ابراہیمی اب تک عید الاضحیٰ میں مسلسل کئی دن تراویح کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ اور قیامت تک یہ ذکر جاری رہے گا وہ میڈیٹھالائے ذبح اللہ کا جذبہ ہو کر خلیل اللہ کے ہاتھ سے ذبح ہوا۔ جسے قرآن مجید نے وفادار بنا دیا۔

چنانچہ اسی دن سے گائے، میڈیٹھے بکری وغیرہ قربانی کے لیے بطور ذریعہ جان مقرر کئے گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے غلوں اور اسماعیل علیہ السلام کی جان نشاری اور جان سپاری کی مقبولیت کو دیکھتے ساڑھے تیرہ سو سال کے اندر ساری دنیا اسلام میں کتنی قربانیاں ہوتی ہیں اور قیامت تک کتنی ہوں گی۔ ان کا حساب شمار کنا کسی حساب دان اور شمار کرنے والے کے بس میں نہیں۔ علام الغیوب ہی ان کا جو قربانیاں ہو چکی ہیں یا ان کا جو ہوں گی صحیح اندازہ اور جائزہ لگا سکتے ہیں۔

آج کے بعض نام نہاد مسلمانوں نے یہ غلطیوں رسالوں۔ اشتہاروں کے ذریعہ سے شعائر اللہ کو مٹانے اور دبانے اور اسلامی روایات کو کچلنے اور قرآن و سنت پر ایمان رکھنے والے مسلمانوں کو ہپکانے اور پھیلانے کی پختہ قسم کھا رکھی ہے۔ چنانچہ ابراہیم مرحوم نے کیا خوب کہا

میر خود داری دلیری حق پرستی اب کہاں

رکھ لیا اچھا سا کلام اور سماں ہو گئے

منکرس اور معذین کے مٹانے سے بیعت تو مٹ نہیں سکتی۔ ہاں ان کے مٹنے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ بھلا وہ چیز کیسے معصوم اور نثار ہو جس کے احیاء و بقا کا عزم خود رب العالمین احکم الحاکمین فرما چکے ہوں۔

چنانچہ قرآن مجید بآواز بلند بکا کر کہہ رہا ہے یوسلکون لیطعوا الذی اللہ باذیہم یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے جکائے ہوئے نور کو اس اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں لیکن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فقہائے اسلامی کے تحفظ و بقا کے لئے امت مسلمہ کے قلوب میں ایسا جذبہ اور ولولہ و دلالت رکھا ہے اور ایسی عقیدت اور محبت فریفتگی اور شغف پیدا فرمادی ہے جو نہ کسی کے مٹانے سے مٹے اور نہ دبانے سے دبے۔ بلکہ معرفت و محبت سے اور زیادہ اُبھرے۔

قربانی ایک اسلامی شعار ہے اور ذبح عظیم کی یادگار ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جواب میں ان الفاظ سے فرمایا۔

ما ہذا الا ضحیٰ یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

یہ قربانیاں کیا ہیں؟

قال سنتنا ابیکم ابراہیم

یہ تمہارے جدا مجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔

صحابہ نے سوال کیا۔

فما لنا فیہا یا رسول اللہ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں ہمارا کیا فائدہ ہے۔

قال لیکل شعیرۃ حسنة

فرمایا ہر بال پر ایک نیکی ملے گی۔ سبحان اللہ

کتنے اجر و ثواب مقرر فرمایا۔

یہ سنت ابراہیمی علیہ السلام

قیامت جاری رہے گی۔

ان چودھویں صدی کے نام نہاد مسلمانوں کے لغو اعتراضات اور فضول شکوک و شبہات اس سنت پر جس کو اللہ تعالیٰ نے تقبلاً بقبول حسین کے شرف سے نوازا ہے قطعاً اثر انداز نہیں ہو سکتے۔

اس سارے قصہ اور واقعہ سے جس کو قرآن مجید نے نقل کیا یہ بھی معلوم ہوا کہ قربانی کا اصل مقصد جان کو پیش کرنا تھا۔ تاکہ انسان کے اندر جان نشاری کا جذبہ پیدا ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری ضعیف طبائع کی رعایت کرتے ہوئے ہمیشہ کے لیے ذریعہ مقرر کر دیا۔ اور فرمایا۔

تم جائز ذبح کرو ہم اس کو یہ سمجھیں گے کہ تم نے اپنی جان کی قربانی پیش کی ہے۔

اب بعض لوگوں کا یہ کہہ دینا اگر قربانی کے بجائے مال صدقہ کر دیا جائے اور جو کوڑا مارے

قربانی کے جانوروں پر صرف کئے جاتے ہیں اگر یہ معقول رقم حکومت کی تحویل میں دیدی جائے تو اس سے ہر سال مفید ادارے، یتیم خانے، بیوہ گھر قائم ہو سکتے ہیں۔ اور معذور لوگ مثلاً اندھے، لنگڑے تربیت پا سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ کارخانوں، فیکٹریوں، مارکیٹوں میں بھی اس رقم سے کافی اضافہ ہو سکتا ہے جس سے ملک کی اقتصادی حالت بہتر ہو سکتی ہے۔

یہ سب ارشادات اور ملحوظات بالکل بجا ہیں۔



ہر ہر لفظ اور ہر ہر ارشاد سے قوی ہمدردی اور ملی  
خیر خواہی اور ملی بہبودی شہد کے قطرات کی طرح ٹپکتی  
ہے۔ چشم مار و شش دل امثالہ۔ لیکن اب یہ امر قابل  
دریافت ہے۔ ہر کام کے لیے اسلام کے گلے پر  
چھری کھیل چلائی جاتی ہے۔ کبھی خمدار اپنی  
خواہشات پر بھی تو چھری چلائے ان کو بھی ڈر دیا  
میٹ کرنے کی کوشش کیجئے۔ غیر شرعی اخراجات  
کو بند کر کے رفاہ عامہ کی امداد کیجئے۔ ذرا منظر انصاف  
دیکھئے۔ مسلم بنی دین (سینما) پر مسلم قوم کا کتنا زہر  
صرف ہوتا ہے۔ کیا کبھی ادھر بھی تو جہ فرمائے  
کی رحمت گوارا کی ہے؟ کیا کبھی اس کے اندر  
کے لیے حکومت وقت سے مطالبہ کیا ہے؟ کیا  
کبھی سینما گھروں کے سامنے کھڑے ہو کر مظلوم  
بھائیوں کو مضرت سینما سے آگاہ کیا ہے؟ کیا  
کبھی موجودہ مروجہ شادی غمی کی فضول اور لغو رسوا  
پر کوئی مقابلہ سپرد قلم کیا ہے؟ ہرگز نہیں  
ادھر تو کبھی قلم اٹھانے اور قدم بڑھانے اور  
زبان ہلانے کی بجلی تو فیق نصیب نہ ہوئی۔ لیکن  
اسلامی روایات اور مذہبی شعائر کو مٹانے کے  
لیے آپ ہر وقت کمر بستہ اور مستعد نظر آتے ہیں۔  
اکبر مرحوم نے خوب کہا ہے۔

اس عہد میں یہی ہے بس داخل نکوئی  
مذہب پر نکتہ چینی ملت پر عیب جوئی  
مشوق عمل نہیں ہے فکر اچل نہیں ہے  
ناصح سینے میں اکثر تابا نہیں ہے کوئی !  
پھر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ قربانی کرنے  
سے جانور ختم ہو جائیں گے۔ یہ سوال بالکل غلط  
ہے۔ دیرہ دانستہ واقعات پر پردہ ڈانسنے کے  
مترادف ہے۔ وجہ یہ ہے روزانہ جتنے لاکھوں جانور  
ذبح کئے جاتے ہیں عید کے دن بلا کہ ایام شریفی  
میں اتنے جانور ذبح نہیں ہوتے اس سے کیا فرق  
پڑتا ہوگا۔ ذرا ایمان سے بتائیں؟ پھر اس روز  
ضعفاء اور غرباء کو گوشت پہنچ جاتا ہے۔ جن کو سال بھر  
گوشت نصیب ہی نہیں ہوتا۔ پھر کھانوں سے بھی  
بیماریوں سے بچنے کی امداد ہو جاتی ہے۔ غرض بہت  
سے دینی اور دنیوی منافع اور فوائد حاصل ہوتے  
ہیں۔ لہذا یہ کہ اس دن بجائے قربانی کے اگر صدقہ  
کو دیا جائے۔ صدقہ سے تو اب ہوگا لیکن قربانی کے  
مقتل گرفت اور دار و کبر لیتا ہوگی۔ حدیث شریف  
میں وارد ہے۔

ما عمل ابن آدم من عمل یوم الفطر  
اُحب الی اللہ من اھرات الدنیا  
سید العرب والعمم صلعم نے فرمایا عید کے دن  
انسان کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کو اتنا زیادہ پسند آیا  
نہیں جتنا فطر خون کا گرا تا۔

نیر صدقہ اور قربانی میں فرق ہے۔ صدقہ نام ہے  
مال دینے کا اور قربانی میں جان دینی ہے۔ مال اور  
جان دینے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔  
بہین تفاوت راہ از کجاست تا کجا  
پھر قربانی کا صدقہ سے مختلف ہونا یوں بھی معلوم ہوتا  
ہے کہ صدقہ کے لئے کوئی دن مقرر نہیں اور قربانی  
کے لئے ذی الحجہ کی دسویں تا بیسویں جس کو یوم النحر  
کہا جاتا ہے مقرر ہے۔ صحابہ کرام ائمہ عظام

# اکل حلال کی اہمیت

از جناب قادی محمد ابراہیم صاحب مسجد لائسنس لاہور

سے ہے یا حلال ہے۔ اس واسطے متاثر نہ ہوں۔  
منظور نہیں۔

کہتے ہیں کہ وہب بن الفراء الملکی حلال کے مذاہبی  
تھے۔ ایک دن کہ کرم میں صفا مزہ کے پاس چھوڑا۔  
فروغ کو دیکھا۔ اُس سے پوچھا۔ کیسے چھوڑا ہے؟  
اور آپ کہاں سے لائے ہیں۔ وہ ناراض ہو کر کہنے  
لگا۔ کیوں ناحق جھگڑا کرتے ہو۔ لینا ہو تو لے لیجئے  
رو نہ جانیجئے۔

کوا شہ کی چیز سے پرہیز کرتا ہوں۔ وہ لولا  
سبحان اللہ مصر کی مشکوک روٹی حلال جان کر کھا  
لیتے ہو۔ اور چھوڑا ہے لینے میں اس قدر تحقیق کرتے  
ہو۔ آپ یہ سن کر بہت روئے اور قسم کھائی کہ اُس دن  
تین دن فطر کرنے کے بعد کھانا کھا کر دل کا  
کہ پھر مردار بھی حلال ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد یونانی  
کہتے رہے۔ تین دن کے بعد اکل حلال جان کر  
گر یہ روزاری کرنے کے خدا تو خوب جاننے والے  
کہ شہادت بھوک سے جان بلب بول۔ تب بعد  
سورہ میں کھا لیتے۔

اسے اللہ سعادت فرمائیے۔ شہر کے رخصت و  
خوار نہ کیجئے گا۔ نیر سے کرم عام سے ہی اُمید ہے  
اس کے بعد چند لقمے کھاتے۔ پھر مشاگردوں کو  
ہلا کہ سمجھاتے کہ خردار حلال کی تاثیر سے داخل  
نہ رہنا۔ کہ اکل حلال کے بغیر کوئی عبادت قبول  
نہیں۔ اگرچہ کتنی ہی ریاضت کی جائے۔

خدا م الدین ایک تبلیغی پرچہ  
جسکی اشاعت  
میں توسیع کرنا اور جیت لیتا ہر مسلمان فرض ہے

ایک اور شخص سیستان کا رہنے والا تھا۔ جو شہر  
روز حلال کی تلاش میں رہتا تھا۔ جب معلوم ہوتا کہ  
کسی گاؤں میں ایک مجوسی نے حلال غلہ ترکہ میں پایا  
ہے تو اس کے پاس گئے اور دریافت کیا۔ کیا  
آپ اناج بیچتے ہیں۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ پھر اس  
نے پوچھا کہاں رہتے ہو اور کہاں سے آئے  
ہو۔ کہا سیستان میں رہتا ہوں۔ حلال کا بھوکا ہوں  
متاثر سے پاس حلال سٹکر آیا ہوئی۔ مجوسی بول سبحان  
اتنی دُور آئے اور اکل حلال کہیں نہ پایا۔ میرے  
پاس موجود ہے۔ گو اللہ اعلم تمہاری رقم مال حسوم



# احکام عید الاضحیٰ

## ترکیب نماز

بقر عید کی نماز بھی مثل نماز عید الفطر کے جب ہے اور ترکیب اس نماز کی وہی ہے جو نماز عید الفطر کی۔ یعنی بعد تکبیر اولیٰ وثنا اللہ کبر کہتے ہوئے تین بار رخ یدین کر ہی یعنی کالوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ پہلی دو تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دئے جاتے ہیں۔ تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باز رکھ کر امام فاتحہ دسورہ پڑھے۔ مقتدی خاموش رہیں۔ دوسری رکعت میں بعد فاتحہ دسورہ رخ یدین کے ساتھ تین بار تکبیر کہیں اور ہر بار ہاتھ اٹھا کر چھوڑ جائیں اور چوتھی تکبیر پر رکوع کریں اور وقت اس کا آفتاب کے بلند ہونے کے بعد زوال سے پہلے تک ہے۔ اور جلد پڑھنا اس نماز کا مستحب ہے تاکہ اس کے بعد قربانی کرنے میں مصروف ہوں۔ نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے جس میں قربانی اور تکبیرات تشریف وغیرہ کے احکام بتائے۔ اس نماز کے لیے بھی باہر عید گاہ میں جانا سنت مؤکدہ ہے۔ راستہ میں بلند آواز سے تکبیر پڑھنا ہے اور دوسرے راستہ سے واپس ہو۔ تاکہ دونوں راستے گواہی دیں۔ (۳) بقر عید کی نماز سے پہلے کچھ کھانا اچھا نہیں بہتر یہ ہے کہ بعد نماز کے قربانی میں سے کھائے۔

(۴) تکبیر تشریف ایک دفعہ ہر ایک نماز فرض کے بعد مرد کے لیے جہراً کہنا واجب ہے امام اور مقتدی اور منفرد عورت و مرد ب ایک بار اس طرح تکبیر کہیں۔

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَبِاللَّهِ الْحَمْدُ ۝ توبی ذی الحجہ کی صبح سے تیرھویں تا بیخ کی عصر تک۔

## قربانی کے احکام

(۱) ہر مسلمان آزاد و مقیم جو کہ ضروریات زندگی کے علاوہ مقدار مضاب یعنی ۱۰۰ تولد سونا یا ۵۲ تولد چاندی یا اس کی قیمت کا مالک ہو۔ اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔ قربانی میں بکرا یا بھیر یا دنیہ یا ساتویں حصہ اونٹ کھائے، بیل، بھینس کا ایک آنہ کی طرف

سے ہو سکتا ہے۔ جن جانوروں میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ وہ سات سے کم تعداد کے لیے بھی جائز ہیں۔ بکرا ایک سال کا ہونا چاہئے۔ اور بھیر دس ماہ کا ہو یا چھ ماہ کا ہو تو ہو سکتا ہے۔ اونٹ پانچ سال کا ہونا چاہئے باقی بچے جانور دو سال کے کافی ہیں۔ مردادہ دونوں کی قربانی جائز ہے۔

(۲) شہر والے قربانی بعد نماز کے کریں اگر کسی عذر سے اس دن نماز ادا نہ ہوئی ہو تو جس وقت نماز کا وقت گذر جائے اس وقت قربانی کرنا درست ہے۔ یعنی بعد زوال کے اور دوسرے قیسرے دن نماز سے پہلے بھی قربانی درست ہے۔ یعنی اگر نماز بقر عید کسی عذر سے قضا ہو گئی تو اگلے دن نماز سے پہلے بھی قربانی جائز ہے۔ اسی طرح بارھویں تا بیخ کو بھی اور گاؤں والوں کو دسویں تا بیخ کی صبح عداق ہونے کے بعد بھی قربانی کرنا درست ہے۔

(۳) قربانی کے تین دن ہیں۔ دسویں۔ گیارھویں۔ بارھویں ذی الحجہ کی۔ مگر پہلے دن قربانی کرنا افضل ہے۔ پھر دوسرے دن، پھر تیسرے دن۔ اور تیسرے دن غروب آفتاب سے پہلے قربانی ہو سکتی ہے۔

(۴) رات کو قربانی کرنا جائز ہے۔ پسندیدہ اور بہتر نہیں۔

(۵) اپنی قربانی کو خود ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہیں جانتا تو دوسرے سے ذبح کرانے کے وقت خود وہاں کھڑا ہو جانا بہتر ہے۔

(۶) قربانی کے وقت کوئی نیت زیادہ سے پڑھنا ضروری نہیں۔ اگر صرف دل میں خیال کر لیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ نہیں کہا۔ صرف بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دیا۔ تب بھی قربانی درست ہے۔ لیکن اگر دعائے اللہ جو آگے آتی ہے پڑھے گا تو بہتر ہے اور ثواب ہے۔

(۷) جب قربانی قتل رخ ٹھانے تو یہ دعا پڑھے اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ اِنَّ صَلَٰتِیْ وَنُسُکِیْ

وَحَیَاىْ زَمَّحَتْ لِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذَٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

(۸) ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَخَلِیْلِکَ اِبْرٰہِیْمَ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ ۝

(۹) بہتر یہ ہے کہ قربانی کا گوشت اور تہائی قربا و مساکین پر صدقہ کرے۔ ایک تہائی اپنے دو منہوں کو دے اور ایک تہائی اپنے اپنے اہل و عیال کے لیے رکھے لیکن جس شخص کا کنبہ بہت ہو یا اور کوئی ضرورت ہو تو تمام گوشت خود خرچ کر سکتا ہے البتہ خرچ کرنا منع ہے۔

(۱۰) جس شخص کے ذمہ قربانی واجب تھی مگر اس نے قربانی کی نیت سے کوئی جانور قربانی کا خریدا تو اس کے ذمہ اس کا قربانی کرنا واجب ہو گیا اس کو فروخت نہیں کر سکتا۔ اگر قربانی کے دن گذر گئے اور اس نے اس جانور کو ذبح نہ کیا تو زکوٰۃ کو اللہ واسطے محتاجوں کو دیدنا چاہئے۔ غنی اور نذر کرنے والے کا بھی یہی حکم ہے۔

(۱۱) جس شخص کے ذمہ قربانی واجب ہے۔ اگر قربانی کے دن گذر جائیں اور وہ قربانی نہ کرے تو اس کے ذمہ قربانی کی قیمت کا صدقہ کرنا ضروری ہے۔


(۱۲) جس جانور کے سینک پیدا نشی نہ ہوں اس کی قربانی درست اور اگر بیخ میں سے وٹٹ گیا ہو تب بھی قربانی درست ہے۔ اگر وٹٹ سے اکھڑ گیا ہو تو درست نہیں اور بدھیا کی قربانی بھی درست ہے خواہ علی کر بدھیا کیا گیا ہو یا کال کر۔ اندھے اور کمانے کی قربانی درست نہیں اور ایسے قبلے جانور کی بھی قربانی درست نہیں جس میں مغز نہ رہا ہو۔ اور نہ ایسے ٹکڑے کی جو ذبح تک نہ جاسکے۔ اور نہ ایسے جانور کی جس کی بیماری ظاہر ہو۔ اور نہ ایسے جانور کی جس کا تہائی سے زیادہ کان کٹا ہو یا۔ یا تہائی سے زیادہ دم کٹی ہوئی ہو۔ اور نہ اس جانور کی جس کے دانت نہ ہوں۔ البتہ اگر تھوڑے سے گھر گئے اور زیادہ باقی رہ گئے تو جائز ہے۔

(۱۳) چرم قربانی کو بدھیا فروخت کر کے اپنے کام میں لاسکتا ہے۔ یعنی قبل و غیر اس سے ہا سکتا ہے خود اس کو فروخت نہیں کرنا چاہئے۔ لیکن اگر فروخت کر دیا تو فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے اور مضاب کی اجرت قربانی میں سے دنیا جائز نہیں۔

(باقی صفحہ ۱۴ پر)



بیت اللہ اندر سے مربع شکل کا ہے۔ صرف شمالی کونہ جو داخل ہونے والے کے دائیں جانب ہوتا ہے خرابا ہوا ہے۔ اس جگہ ایک چھوٹا سا دروازہ ہے جسے باب القویہ کہتے ہیں۔ جہاں ایک زینہ ہے جو سقف کعبہ تک پہنچاتا ہے۔ باب کعبہ کے سامنے وہ خراب ہے جہاں نبی اکرم نے نماز پڑھی تھی۔ اندر کی دیواروں پر ۷ فٹ کی بلندی تک نہایت بیش قیمت پتھروں کی پچی کاری ہے جو نہایت اعلیٰ ہے۔ اس کے اندر تمام دیواروں پر اور چھت کے نیچے سرخ سریر کا علاف چڑھا ہوا ہے۔ اس کپڑے پر مربع خانے بنے ہوئے ہیں اور

ہر خانہ میں  لکھا ہوا ہے چھت میں نادر تختے بھی آویزاں ہیں۔ بے شمار سونے چاندی کے چراغ اور قندیلیں ہیں۔ اور دو قندیلیں جو اہرات سے مرصع ہیں۔ وسط میں مود قافلہ کے ۳ ستون حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کے زمانے کے ہیں۔ بیت اللہ کے اس محل بیان کے بعد ہم جانتے ہیں کہ ان دوسرے مقامات کا بیان بھی مختصر کر دیا جائے جو حرم پاک سے منسلک ہیں۔

حرم کعبہ اور اس کے دروازے۔ حرم شریف خانہ کعبہ کی عالی شان مسجد ہے جو اس کو چار جانب سے احاطہ کئے ہوئے ہے اس کے کل ۲۵ دروازے ہیں۔ جن کے مختلف نام ہیں اللہ شمالی۔ سات جنوبی چھ مغربی اور چار مشرق کی جانب ہیں۔ حرم پاک میں کل سات مینار ہیں جو نہایت خوبصورت اور بلند ہیں۔ چار مینار چار کونوں کو دنداؤں دیوار مشرق میں اور ایک نادر دیوار جنوبی میں۔ ان میناروں سے آذانیں دی جاتی ہیں جو تمام مکہ معظمہ میں سنی جاتی ہیں۔

حرم شریف کے چاروں طرف ۲۶۶ ستون ہیں جو مربع سنگ شبیری کے ہیں۔ حرم کی بیرونی پیمائش ۳۰۹ فٹ طویل اور ۵۹۴ فٹ عرض ہے۔ کل رقبہ ۱۸۲۲۰۰ مربع فٹ ہے۔

**مصلیٰ** حرم پاک میں مطاف کے باہر چاروں طرف چار مصلیٰ ہیں بجانب شمال مصلیٰ حنفی دو منزلہ بختہ عمارت۔ بجانب مشرق مصلیٰ شافعی یہ بھی دو منزلہ بختہ عمارت ہے۔ بجانب جنوب مصلیٰ حنبلی ایک منزلہ سائیاں نما اور بجانب مغرب مصلیٰ مکی ایک منزلہ سائیاں نما ہے یہ مصلیٰ حضورؐ کے بعد تعمیر ہوئے۔ کسی زمانہ میں ان مصلیوں پر الگ الگ جماعتیں ہوتی تھیں لیکن موجودہ حکمران خاندان جب سے شروع ہوا ہے صرف ایک ہی امام خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے۔ باقی سب جگہ اس کی اقتداء ہوتی ہے۔

**منبر** خلفائے راشدہ تو کعبہ کی دیوار کے نیچے کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ منبر کی ابتدا حضرت امیر معاویہؓ نے کی۔ خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے زمانہ میں کھڑی کا منبر بنوایا۔ اور اس پر خطبہ دیا۔ موجودہ منبر کو سلطان سلیمان نے سنگ رخام سے بنایا ہوا ہے۔ یہ منبر ۱۴ میٹر لمبائی کا ہے۔ چھ کے روز اس پر خوبصورت بانات بچھائی جاتی ہے۔

**باب کعبہ** بیت اللہ شریف کا دروازہ شمالی دیوار میں ہے اور سطح فرش سے تقریباً سات فٹ بلند ہے۔

**علاف کعبہ** بیت اللہ شریف چاروں طرف مندرجہ ذیل سے لے کر پشتہ دیوار تک سیاہ ریشمی لباس میں ملبوس ہے۔ کسی جگہ بھی عمارت کا حصہ نظر نہیں آتا۔ اس کپڑے پر کلمہ شریف کندہ ہوتا۔ علاف چڑھانے کی رسم بہت پرانے زمانے سے شروع ہوئی تھی جس کو سرور کائناتؐ نے بھی جاری رکھا۔ آج کل اہل مصر اس سعادت سے محروم ہو چکے ہیں۔ ہر سال علاف بدلا جاتا ہے۔ پرانا علاف کعبہ بردار بیت اللہ کی ملکیت ہو جاتا ہے۔ جس کے کپڑے کاٹ کر نہایت گر اں ہدیہ پر تقسیم کرتے جاتے ہیں یہ ایک سیاہ رنگ کا پیالہ نما پتھر ہے جو دیوار کعبہ میں نصب ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ بالکل سفید تھا۔ اس میں انسانوں کے گناہ جذب کرنے کی تاثیر ہے۔ طواف کعبہ اسی جگہ سے شروع ہوتا ہے۔ اور اتباع سنت میں اسے پوسہ بھی دیا جاتا ہے۔

**مقام ابراہیم** باب کعبہ کے سامنے ایک مقام ابراہیم کا نام مقام ابراہیم ہے جس میں وہ پتھر بند ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ کو تعمیر کیا تھا۔ اور اس پر خلیل اللہ کے نقش پا موجود ہیں۔

**حطیم** کعبہ کے ساتھ جو قطعہ پڑا ہے اس کو حطیم کہتے ہیں۔ یہ قطعہ عہد قریش سے باہر چلا آتا ہے۔ اب اس کے گرد پہلو دار سنگ مرمر کی برصغوی دیوار ہے۔ جو پانچ فٹ اونچی اور ایک فٹ چوڑی ہے اس پر آیات قرآنی اور دعائیں کندہ ہیں۔

**میزاب حمت** خانہ کعبہ کی مندرجہ ذیل سے سونے کا ایک پتار لگا ہوا ہے۔ اس کے نیچے کھڑے ہو کر اور علاف کعبہ کی پوسہ کرنا مانگنی مقبول ہے۔

**حجرہ اسمعیل** دیوار کعبہ اور حطیم کے درمیان خالی جگہ حجرہ اسمعیل کہلاتی ہے۔ مقام ابراہیم پر نماز کی ادائیگی کے بعد یہاں اگر دعا مانگنا نہایت مقبول عمل ہے۔

**چاہ زمزم** حرم پاک میں چاہ زمزم ایک مکان کی چھت کے نیچے سے مکان کی بالائی منزل پر ایک کھلا دروازہ ہے۔ جہاں بکریں بکیراں پکارتے ہیں۔ چاہ زمزم وسط مکہ میں ہے۔ اور اس کی بنیاد پانچ فٹ بلند ہے۔ مندرجہ ذیل سے اس کی فٹ اہنی بنی بنی بھی لگی ہوئی ہیں۔ حجاج کو چاہ زمزم سے خصوصی عقیدت ہے اور اسے معدنی برتنوں میں اپنے ساتھ لاتے ہیں۔ اور خاص خاص اوقات پر تبرک استعمال کرتے ہیں۔ اہل مکہ کا خیال ہے کہ آب زمزم ہر مرض کے لیے مفید ہے۔

کی لعنت کافی حد تک کم ہو جائے گی۔ دوسری طرف دیسی کپڑے کی مانگ زیادہ ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ دلائی کپڑے کی درآمد بہت کم ہو جائے گی۔ سرکاری ملازمین کی دیکھا دیکھی رکازار بھی ملکی کپڑا استعمال کرنے لگیں گے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ قومی زندگی میں لباس کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ نذر کرے کہ یہ اقدام ہماری قومی زندگی کی تعمیر میں سنگ میل کا کام دے۔ اور اس سے ہماری مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے اندر اس تعمیر کی اہمیت کا احساس پیدا ہو جائے۔ آمین!

**تقیہ شذرہ** نزدیک یہ ایک مستحق اقدام ہے۔ جس کے لئے وزیر تعلیم اور ان کا حکمہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر اساتذہ کے لئے بھی یہی یونیفارم مقرر کر دیا جاتا۔ استاد طلباء کے لیے نمونہ ہوتا ہے۔ اگر اساتذہ اسکولوں اور کالجوں میں دلائی کپڑے کے سوٹ پہن کر آئیں گے تو طلباء سے اس حکم کی تعمیل کی امید رکھنی فضول ہے۔ ہماری رہنمائی طالبات کے لیے بھی یونیفارم مقرر کرنا ضروری ہے۔ ہم اس موقع پر حکومت پنجاب سے درخواست کریں گے کہ وہ جلد از جلد اسی قسم کا حکم دفا تر کے ملازمین کے لیے بھی جاری کرے۔ اس حکم کی پابندی افسرانہ ماتحت سب کے لیے ضروری قرار دی جائے۔ اسی سے ایک طرف تو رشوت



# سفر نامہ مقامات مقدسہ

(۴)

اِنْجَنَابِخَانِ عِبْدِ الْحَمِيدِ خَانِ فِیْمَنْ فِیْمَنْ مَسْجِدِ

بابل

ہمارے آٹھ کلو میٹر کے فاصلے پر بابل ہے۔ ایک زمانہ میں بابل کی تہذیب اپنے انتہائی کمال پر تھی۔ یہاں کے بعض باغات عجائبات عالم میں شمار ہوتے ہیں۔ میں جب بھی قرآن مجید میں ماریت و ماریت کا ذکر پڑھتا اور روایات..... سنتا کہ ماریت و ماریت چاہ بابل میں اُٹھے تھے ہوئے ہیں۔ تو اس کنوئیں کے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوتا۔ قرآن میں ماریت ماریت کا ذکر سورہ بقرہ میں یوں مذکور ہے۔

یہودیوں نے بجائے تورات کے جادو کی اُن باتوں پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ جو شیطان حضرت سلیمان کے زمانے میں لوگوں کو سنا تے تھے۔ اور ضعیف الاعتقاد لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اس جادو کو حضرت سلیمان کے نام سے منسوب کیا کرتے تھے۔ کہ یہ علم ان پر اترا ہے۔ اور اس کی بدولت ان کو سب دسترس حاصل تھی۔ حالانکہ ان کفریات کا سلیمان سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بلکہ خود شیطان ہی ان کفریات کے موجد تھے۔ جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ اور یہ جادو دو فرشتوں یا شہزادوں ماریت و ماریت پر نازل ہوا۔ وہ اس علم سے واقف ضرور تھے۔ مگر کسی کو سکھاتے نہیں تھے۔ بلکہ یہ کہا کرتے تھے۔ کہ ہم تو لوگوں کے امتحان کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ اور تم اس کو سیکھ کر کافر نہ بنو۔ مگر لوگ خود ہی کچھ اُڑتی ہوئی باتیں سن پاتے۔ اور اس کے ذریعے میاں بیوی میں جدائی ڈال دیتے۔ حالانکہ بجز علم الہی کسی کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکتے تھے اور لوگ ادھر ادھر سے جادو کی خرافات سیکھ لیا کرتے تھے۔ جو انہیں نفع تو ناک پہنچاتیں۔ البتہ ضرر ضرور پہنچاتی تھیں۔ اور یہ بھی وہ جانتے تھے۔ کہ جو جادو پر عمل کرے گا۔ آخرت میں اُسے کچھ حسد نہیں ملیگا۔ اور یہ جادو جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے آپ کو مبتلا سے غذاب کر رکھا ہے۔ بہت ہی بُری چیز ہے۔ کاش وہ اس بات کو جانتے۔ یہاں تین فٹ چورس قطر کا ایک کنواں ہے

جس میں کنکر پھینکنے سے پانی کا پتہ چلتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کنوئیں میں ماریت و ماریت اُٹھے تھے ہوئے ہیں۔ اور قیامت تک اُٹھے رہیں گے۔

بابل بغداد سے جنوب کی طرف ۵۵ میل کے فاصلے پر ہے۔ شہر کے باہر فیصل ہے۔ دیوار کے اندر شہر میں داخل ہوں۔ تو ایک ریسٹ ہاؤس اور چھوٹا سا عجائب گھر ہے۔ جہاں قدیم مندروں کے نمونے پڑے ہوئے ہیں۔ یہاں ایک شاہراہ جلوس ہے۔ جو باب العشرت پر ختم ہوتی ہے۔ شاہراہ جلوس کے مخرج کی طرف جنوبی محل ہے۔ اور اس کے قریب ہی معلق باغات ہیں۔ باب العشرت کے شمال کی طرف شیر کا مجسمہ ہے۔ جو سیاہ پتھر سے تراشا گیا ہے۔ جو شیر بابل کے نام سے مشہور ہے۔

آج دن بھر کڑی دھوپ اور شدت کی گرمی ہی اس چپتے ہوئے دن میں موڑ کا یہ طویل سفر میرے لئے تو کچھ تکلیف دہ ثابت نہ ہوا۔ مگر میری اہلیہ اور عزیز عبدالحی پیاس کی شدت محسوس کرتے رہے۔ اور جہاں بھی کہیں آبادی آتی۔ گاڑی کھڑی کر کے پانی یا شربت جو بھی میسر آجاتا۔ پی کر پیاس بجھانے کی کوشش کرتے۔ مگر تھوڑی دیر بعد پھر العطش العطش ہونے لگی۔

اب ہم پھر بغداد واپس لوٹ آئے۔ اور حضرت یوشع علیہ السلام کے مزار پر گئے۔ آپ کا مزار قبرستان کے کنارے پر ہے۔ اور اہل قہر ایک قبہ بنا ہوا ہے۔ دو کتبے عبرانی زبان میں نصب ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں دو بار ان کا ذکر فرمایا ہے۔ اور تصدیق کی ہے۔ کہ یہ اللہ کے نیک اور صابر بزرگ تھے۔

حضرت جنید بغدادیؒ اور آپ کے مرشد حضرت شیخ ابوالحسن سری سقطیؒ کے مزارات ایک مسجد نما قبہ میں ہیں۔ حضرت جنید بغدادی حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی اور مرید تھے۔ حضرت سری سقطی کی دیانت کا یہ عالم تھا۔ کہ کہتے ہیں۔ کہ جن ایام میں آپ بغداد میں کاروبار کیا کرتے تھے ایک دفعہ آپ نے ساتھ دینار کے با دام خریدے۔ لیکن کچھ دیر بعد ہی با دام بیٹھکے ہو گئے۔ ایک اور دوکاندار نے آپ سے وہ با دام لوٹے دینار پس

خریدنے چاہے۔ لیکن آپ نے یہ کہہ کر با دام بیچنے سے انکار کر دیا۔ کہ میں دینار پر نصف دینار سے زائد منافع نہیں لیتا۔ اور اس قیمت پر اس نے نہیں بیچنا چاہتا۔ کہ تم خرید کر گراں فروخت کرو گے۔ عوام سے آپ کی محبت کا یہ عالم تھا۔ کہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ کاش لوگ رنج و اندوہ سے فارغ ہوتے۔ اور سانسے جان کا غم میرے لئے وقف ہوتا۔

حضرت جنیدؒ کو اولیائے اللہ اور علماء میں ایک بلند مقام حاصل ہے۔ آپ شریعت، طریقت اور حقیقت میں انتہا تک پہنچے ہوئے تھے۔ آپ ایک بلند پایہ مصنف بھی تھے۔ سب سے پہلے آپ فہرست علم اشارات جاری کیا۔ خود حضرت سری سقطیؒ کو اعتراف تھا۔ کہ تصوف میں حضرت جنید کا مرتبہ اُن سے بلند ہے۔ آپ کے علم و فضل کا یہ عالم تھا۔ کہ آپ سات آٹھ سال کی عمر میں حضرت سری سقطیؒ کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ جہاں بیشمار مشائخ کبار جمع تھے۔ ان کی مجلس میں شکر پر بحث ہو رہی تھی۔ کہ شکر کیا ہے۔ جب سب لوگ اظہار خیال فرما چکے۔ تو حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا۔ کہ جنید تم میں کچھ کہو آپ نے فرمایا۔ کہ حق تعالیٰ جو نعمت عطا کرے اس نعمت کی وجہ سے اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ اور اس کی نعمت کو نافرمانی اور مصیبت کا ذریعہ نہ بنائے۔ آپ کو اپنی زندگی میں بڑی بڑی کٹھن منزلوں سے گزرنا پڑا۔ لیکن آپ ہر مقام پر کامیاب رہے۔

آپ کا ارشاد ہے کہ سب سے بڑی نیکی خلق خدا کی خدمت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ حرص بہت مہلک شے ہے۔ اگر کسی کے پاس دنیا بھر کے خزانے ہوں۔ اور حرص نہ ہو۔ تو اُسے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اور اگر اس میں کھجور کے دانے کے برابر حرص ہوگی۔ تو وہ نقصان میں رہے گا۔ آپ کا ارشاد ہے۔ کہ صوفی وہ ہے۔ کہ جس کا دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح دنیا کی دوستی سے پاک ہو اور حق تعالیٰ کی تابعداری کرے۔ اور اس کی تسلیم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح ہو۔ اس کا صبر حضرت ایوب علیہ السلام جیسا ہو۔ ذوق و شوق حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا ہو۔ اور مناجات میں اس کا اندام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہو حضرت جنید بغدادی کے مزار کے پاس حضرت بہلول وانا کا مزار ہے۔ وہاں بھی غری دی۔ یہ وہ بزرگ تھے۔ جنہیں لوگ دیوانہ کہتے تھے۔ مگر آپ کی ایک بات میں معرفت اور حقیقت کے خزانے پوشیدہ ہوتے تھے۔ حضرت ابراہیم خواص جو حضرت جنید رحمۃ اللہ کے خلیفہ تھے۔ قریب ہی مدفون ہیں (باقی صفحہ ۱ پر)



## بقیہ سفرنامہ مقامات مقدسہ

یعنی مرنے کے بعد بھی مرشد کی قربت نصیب رہی  
زچہ قسمت۔ حضرت معروف کرمی رحمۃ اللہ علیہ بہت  
بڑے ولی اللہ ہوئے ہیں۔ بغداد میں جس بازار کے  
کونے پر آپ کا مزار ہے۔ وہ آپ ہی کے نام پر  
شیخ معروف سٹریٹ کے نام سے مشہور ہے۔ باہر  
سلطان عبدالعزیز خان کے وقت کا منظوم کتبہ ترکی  
زبان میں لگا ہوا ہے۔ یہ کتبہ ۱۳۱۳ھ میں لکھا گیا  
حضرت معروف کرمی کے ..... آبا و اجداد  
انتشیر ست تھے۔ بچپن میں جب استاد نے اپنے  
طریق پر مذہبی تعلیم دینی چاہی۔ تو آپ نے اسکو تسلیم  
کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا خدا ایک ہی ہے۔  
اس پر استاد نے ان کو بہت مارا۔ آپ بھاگ  
کر حضرت علی بن موسیٰ رضا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس  
پہنچے۔ اور اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد آپ گھر  
واپس آئے۔ اور اپنے باپ کو مسلمان کیا۔ اس  
کے بعد آپ نے حضرت داؤد لٹائی کی خدمت میں رہ  
کر خوب ریاضت و عبادت کی

کہتے ہیں۔ ایک دفعہ آپ دجلہ کی طرف جا رہے  
تھے۔ کہ راستے میں آپ نے ایک گرہ فوجوانوں کا  
دیکھا۔ جو آپس میں جھگڑ رہا تھا۔ اور خرمستیان  
کر رہا تھا۔ ان کی وجہ سے راہ چلنے والوں کو  
پریشانی ہو رہی تھی۔ جب آگے بڑے۔ تو بعض  
دوستوں نے کہا۔ کہ ان کے لئے بددعا کی جائے  
آپ نے ماتھا اٹھائے اور فرمایا۔ اے اللہ جس طرح  
تو نے ان کو دنیا میں عیش دے رکھا۔ اسی طرح  
انہیں عاقبت میں بھی عیش و آرام دے دو بتوں  
کو اس دعا پر بہت تعجب ہوا۔ اور پوچھا۔  
کہ یہ کیا۔ آپ نے فرمایا۔ صبر کرو۔ زیادہ دیر  
نہ گزری تھی۔ ان سب لوگوں نے شراب پینے لگی  
اور حضرت معروف کرمی کے قدموں پر آکر گر پڑے  
کہتے ہیں۔ کہ جب آپ کا انتقال ہو گیا۔ تو  
چونکہ آپ تمام اقوام میں بہت مقبول تھے۔ اس لئے  
سب نے کوشش کی کہ وہ ان کا جنازہ اٹھائیں  
آپ کی وصیت تھی۔ کہ جو قوم میرا جنازہ اٹھائے وہی  
میری تجہیز و تکفین کرے۔ یہودی اور آتش پرست  
آپ کا جنازہ اٹھانے میں ناکام رہے۔ آخر مسلمانوں  
نے ہی آپ کا جنازہ اٹھایا۔ اور تجہیز و تکفین کی۔  
ریحیہ شید کے قریب ملکہ زبیدہ آرام فرما  
ہے۔ یہ خاتون مشہورہ عباسی خلیفہ ہارون الرشید  
کی ملکہ تھی۔ یہ بڑی عقلمند اور فیاض خاتون ہوئی  
ہیں۔ ملکہ کا زندہ جاوید کارنامہ نہر زبیدہ ہے  
جو عراق سے مکہ منظر تک جاتی ہے۔ جو صدیوں سے  
جانی امداد عرب کی تشنگی کو دور کر رہی ہے۔

سچ ہے۔

نام منظور ہے توفیق کے اسباب بنا  
پل بنا چاہ بنا مسجد و تالاب بنا  
مزار کی حالت کی کچھ ایسی ہی ہے جس کو دیکھ  
کر آنکھوں کے سامنے عبرت کا نقشہ کھینچ جاتا ہے  
اس مزار کو دیکھ کر بے اختیار یہ مصرعہ زبان پر آگیا  
مجھ بیٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے  
شیخ عمر سٹریٹ کے وسیع قبرستان کے ایک کونے میں ایک  
معمولی سی چار دیواری میں مشہور فلسفی اور صوفی بزرگ  
حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ کا مزار ہے۔ آپ  
بیشمار کتب کے مصنف ہیں۔ جن میں حیات العلوم  
بہت مشہور کتاب ہے۔

امام غزالی مصلح طوس میں پیدا ہوئے۔ آپ کے  
شوق علم کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ  
دوران سفر میں آپ ڈاکوؤں کے قابو آگئے پکڑے  
اور سامان کے علاوہ آپ کے پاس وہ نوٹس تھے۔  
جو آپ نے اساتذہ کے لکچروں سے لئے تھے۔ ڈاکو  
وہ بھی لے گئے۔ آپ کو سامان کا تو اتنا غم نہیں  
تھا۔ جتنا ان سوداگروں کا۔ آپ ڈاکوؤں کے سروا  
کے پاس گئے۔ اور درخواست کی کہ وہ مجموعہ  
آپ کو واپس کر دے۔ سردار نے ہنس کر کہا آپ  
نے خاک پڑھا ہے۔ کہ جب کاغذ آپ کے پاس نہ  
رہے۔ تو آپ کورے کے کورے رہ گئے۔ اس  
طعن کا امام صاحب پر اس قدر اثر ہوا۔ کہ آپ  
نے ساری تقریریں زبانی یاد کرنی شروع کر دیں  
نظام الملک طوسی نے آپ کی قابلیت اور علمیت  
کو دیکھ کر مدرسہ نظامیہ کا صدر مدرس رپرٹس بنا  
دیا۔ اور سلطنت کے اکثر امور آپ ہی کے مشورے  
سے انجام پاتے تھے۔ لیکن اس کے بعد آپ پر  
جذب کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور کمرہ بند کر کے  
عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے لگے۔ مگر اس  
وقت بھی درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔

بغداد سے جنوب کی طرف ۲۵ میل پر حضرت  
سلطان پاک کا مزار ہے۔ یہاں ایک قصبہ بھی اسی  
نام سے آباد ہے۔ یہاں سے قریب ہی حملات  
کسری کے کھنڈرات ہیں۔ یہاں اسی نورے فٹ  
اونچی ڈاٹ اور دیواریں اس واقعہ کی یاد دلا رہی ہیں  
کہ جب بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت یا ستاد  
ہوئی۔ تو یہ محل تیز نزل ہوا۔ اور اسی کے کنگرے  
گر پڑے تھے۔

کل تقریباً چودہ گھنٹے موٹر میں ساڑھے تین سو  
کیلو میٹر سفر کیا۔ اگرچہ میری اہلیہ اور پسر عبدالحی  
کا فی شکہ پکے تھے۔ لیکن حرف شکایت انکی زبان  
پر نہ آیا۔ شاید اس لئے کہ ان کی کم ہمتی کا احساس  
مجھے شکستہ نہ کر دے۔ مارجون کو اس طویل سفر کے  
بعد ہوٹل میں واپس آئے۔ کھانا کھایا۔ اور آرام  
کیا۔ صبح باقی ان مقامات کو دیکھا۔ جن کا اور ذکر

کیا جا چکا ہے۔

آج ساڑھے دس بجے واپس بغداد آکر اس  
کے بازاروں کا چکر لگایا۔ ہر طرف رونق اور گہما گہمی  
نظر آئی۔ ایک مسقف بازار میں تو واقعی کھوے سے  
کھوا پھل رہا تھا۔ خرید و فروخت ہو رہی تھی۔ بچے  
دن ہم نے اسی بازار سے المونیم کا ایک جگڑا خریدا  
تھا۔ تاکہ دوران سفر میں استنجاء وغیرہ کی سہولت  
رہے۔ ایک دفعہ پھر حضرت شیخ محی الدین علیہ السلام  
جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھی  
اور واپس ہوئے آکر وقت سے پہلے کھانا کھایا۔  
کیونکہ عراق انیسویں سے آج دمشق کے لئے نشستیں  
مخصوص کر رکھی تھیں۔

اب ہوائی اڈہ جانے کے لئے تیاری شروع  
ہوئی۔ سامان وغیرہ درست کر کے دوسوٹا کیس  
اور چھوٹے بیگ پہلی موٹر میں بھجوا دیئے۔ اور تھیل  
ہم نے اپنے ساتھ رکھ لیا۔ اور جب لفٹ کے ذریعے  
اُترنے لگے۔ تو اس بیگ کو لفٹ میں رکھ دیا۔ لفٹ  
سے باہر آکر چند منٹ میں کارٹناں ہوٹل سے رخصت  
ہو کر موٹر میں بیٹھ گئے۔ ہوائی اڈہ پر پہنچ کر معلوم  
ہوا۔ کہ تیسرا سوٹا کیس نہیں ہے۔ یہ دیکھ کر سخت  
پریشانی ہوئی۔ کہ یہ تو سرمنڈا تے ہی اڈے پر لے دیا  
معاذ ہے۔ آج ہم جب خود ہی میر سامان تھے۔ تو  
ایسی فاش چوک ہوئی۔ اب ایک دوسرے کو کوٹے  
لگے۔ دفعۃً خیال آیا۔ کہ اُسے غالباً لفٹ میں بھول  
آئے ہیں۔ موٹر میں نہیں رہا۔ اسی وقت ہوٹل والوں  
کو ٹیلیفون کیا۔ تو انہوں نے بتایا۔ سوٹا کیس یہیں  
رہ گیا تھا۔ موٹر پر بھیجا جا رہا ہے۔ اتفاق سے جہاز  
پندرہ منٹ بیٹ تھا۔ متعلقہ کلرک نے صرف ہمارے  
زبانی کہنے پر اس کا وزن وغیرہ لک کر چٹیں کاٹ  
دیں۔ اور ہم ۱۲ بجے ہوائی جہاز پر بیٹھ کر عازم  
بقیہ احکام عید الاضحیٰ

اور عالمگیر میں ایک رات کے کہ ہم قربانی کو پیش کرنے  
کے لئے فروخت کرنا درست ہے۔

(۱۸) جرم قربانی یا اسکی قیمت کچھ عام میں بیعتا الامم و ائوز  
کو سبیل سکی امت اذان کے مینار درست ہیں اور مسلمین میں اسکی نے  
بہتر صرف یہ کہ سب دوسرا لوگ ہے۔ مقدس اور اذان و علم و دین کا جیک  
وارد ہوا ہے۔ اللہ علی المسکین صدقہ دہی علی ذی الذمہم شان  
حق و صلۃ۔ طلبان علم و دین کی مددات اور ان کے ساتھ  
ہر مہم کا سلوک کرنے کا حکم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
تاکید فرمایا ہے۔ وعن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم ان الناس لکلمۃ تبع دان و دان لکلمۃ انکم  
من افطار الارض یتفقون فی الذین فانوا توکم  
خاستہموا بالہم خلیوا (رواہ الترمذی)  
ترجمہ:- حضرت ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
علیہ وسلم صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم آدمی تمہارے تابع ہیں۔  
اگر تم ان سے ملو گے تو ان سے ملو گے۔ اور اگر تم ان سے ملو گے تو ان سے ملو گے۔  
اور اگر تم ان سے ملو گے تو ان سے ملو گے۔ اور اگر تم ان سے ملو گے تو ان سے ملو گے۔



## بقیہ خطبہ جمعہ

اور چڑھ گیا۔ اور سیر ایک جائداد خوشی پر تھا اور فی انسان مرگئے۔ اور سات ماہ بعد جوہی (ار رات) پہاڑ پر کشتی ملک لگی قولہ تاقیل یارب ابلعی ماءک ویسما اقلعی وغیض الماء وقضی الامر واستوت علی البحر وحی وقیل بعد المقوم الظلمین سورۃ ہود رکوع ۱۰ پارہ ۱۰ ترجمہ اور حکم آیا اسے زمین اپنا پانی نکل جا۔ اور اسے آسمان ختم جا۔ اور پانی سکھا دیا گیا۔ اور کام ہو چکا۔ اور کشتی جوہی پہاڑ پر ٹھہری۔ اور کہہ دیا گیا۔ کہ عالموں پر پھٹکار ہے

## بربادی کے تین سبب

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی بربادی کے تین سبب ہوئے۔ پہلا شرک۔ کہ جو تعلق اللہ تعالیٰ سے رکھنا چاہئے تھا۔ وہ انہوں نے اپنے بزرگوں رود۔ سواع۔ یثوت۔ یعوق۔ نسر سے رکھا۔ دوسرا بت پرستی۔ تیسرا یہ غیر خدا پر تمسک کرنا۔

## مسلمانوں میں بھی

اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو مسلمانوں میں بھی کم و بیش یہ خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ جو تعلق اللہ تعالیٰ سے رکھنا چاہئے۔ وہی تعلق اگر غیر اللہ سے رکھا جائے۔ تو شرک ہو جاتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو حاجت اور مشکل کشا تصور کیا جائے۔ اپنے نفع نقصان کا مالک خیال کیا جائے۔ یا اولاد دینے یا نہ دینے کا اختیار اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے قبضہ میں سمجھا جائے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ان اعتقادات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور فقط اللہ جل شانہ ہی کو زندگی کے ہر معاملہ میں اپنے متعلق حناہ کل ماننے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین۔

## دوسری مجرم قوم

### قوم عاد

حضرت نوح علیہ السلام کا پڑپوتا عاد بن ارم ایک شخص تھا۔ اس کی نسل سے ایک بڑی شہ زور صاحب حکومت قوم پیدا ہوئی۔ جس کو عاد اولی کہتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام سے اس قوم تک مسلسل خالص دین قائم رہا۔ مگر اس قوم کو جب انتہائے غرور کا زمانہ نصیب ہوا۔ تو یہ مگرنے لگے۔ سب سے پہلے انہوں نے یہ خرابی کی۔ کہ جو نیک اور بزرگ آدمی مرنا تھا۔ تو یہ اس کے ہم شکل مجسمہ (بت) بطور یادگار تیار کر لیتے تھے۔

پھر آخر ایسا کرنے لگے۔ کہ ان مجسموں سے اپنی مرادیں مانگتے تھے۔ اور بزرگوں اور بادشاہوں کی قبروں پر بڑی عالی شان عمارتیں تیار کراتے تھے۔ اور ان سے مرادیں مانگتے تھے۔ جب ان میں یہ مشرکانہ عادتیں چڑھ پڑ گئیں۔ تو حضرت ہود علیہ السلام ان ہی میں سے ان کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ قولہ تعالیٰ (والی عاد اخا حمرہ ہود اقل یقوم اعبدوا اللہ مالکم من الہ غیرہ ان انتم الا مفترون) سورہ ہود رکوع ۱۰ پارہ ۱۰ ترجمہ۔ اور عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ فرمایا۔ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارے واسطے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ سوائے اس کے نہیں کہ تم جھوٹ باندھنے والے ہو۔

## قوم عاد کا پہلا جرم

توحید کے مخالف شرک میں مبتلا۔ اللہ تعالیٰ کا دروازہ چھوڑ کر اولیائے کرام کے مزارات پر جا کر مرادیں مانگتے تھے۔

## عبرت

مسلمان اپنے گریبان میں مونہ ڈال کر دیکھیں کہیں قوم عاد کی سی غلطی میں تو مبتلا نہیں ہیں برادر! اسلام اولیائے کرام کا ادب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے طریقہ پر قائم رہنے کی توفیق دے۔ جس طرح ان کا ٹھنا۔ بیٹھنا۔ کھانا۔ پینا۔ جاگنا۔ سونا۔ کسی سے دشمنی یا دوستی رکھنا۔ سب اللہ تعالیٰ کی رضا کے ماتحت اور اس کے نازل کردہ ضابطہ آسمانی کے ماتحت ہوتا تھا۔ اسی طرح ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اولیائے کرام نے یہ تو نہیں سکھایا تھا۔ کہ ہماری قبروں پر اگر سجدے کرنا۔ منبتیں ماننا۔ چڑھاوے چڑھانا۔ اور ہماری قبروں پر ریشمی غلاف چڑھانا۔ عرس کرنا۔ طبلے بجانا۔ بازاری عورتوں کو عرس کے موقع پر سلام کرنے کے لئے بلانا۔ اور ہمیں ان کے گائے سنانا۔ اور جیسہ بازاری عورت گانا گائے۔ تو اس کے پیچھے ہمارے موہیم واسے کو بٹھا دینا۔ وہ ہمارے موہیم بجائے۔ اور بازاری عورت گانا گائے۔ تب ہم بڑے ہی خوش ہوں گے۔ نحوہ باللہ من ذلک لطفیان

## وعا

اے اللہ مسلمانوں کو انبیاء علیہم السلام بالخصوص سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ اور انہیں محذب

قوموں مثلاً قوم نوح اور قوم ہود کے غلط طریقوں سے بچنا۔ آمین یا الہ العالمین

## دوسرا جرم

قولہ تعالیٰ اتقون بکل دبع ایہ تعبتون سورۃ الشعراء رکوع ۱۰ پارہ ۱۰ ترجمہ کیا تم ہر اونچی زمین پر کھینچنے کے لئے ایک نشان بناتے ہو

## تفصیل

ان لوگوں کو اس بات کا بڑا شوق تھا۔ کہ اونچے مضبوط منارے بنائیں۔ حالانکہ وہ کسی کام نہیں آتے تھے۔ انہیں فقط اپنی ناموری مطلوب ہوتی تھی۔ اس کی مثال بقول شخصے ایسی ہے۔ مصرعہ۔ مال حلال بود۔ بجائے حرام رفت

## تیسرا جرم

قولہ تعالیٰ وتخذون مصانع لکم تخذلون سورۃ الشعراء رکوع ۱۰ پارہ ۱۰ ترجمہ۔ اور بڑے بڑے محل بناتے ہو۔ شاید کہ تم ہمیشہ رہو گے۔ رہنے کی عمارتیں بھی بڑے تکلف کی بناتے تھے۔ مال ضائع کرتے تھے۔ ان میں بڑی کاریگریاں دکھاتے تھے۔ گویا یہ سمجھتے تھے کہ ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔ اور یہ یادگاریں اور عمارتیں کبھی برباد نہ ہوں گی۔

## گلبگ

لاہور کے متصل گلبگ والے علاقہ میں جو لاکھوں روپوں کی ایک ایک کوٹھی بن رہی ہے۔ ان لوگوں کو قوم عاد کی تباہی سے عبرت حاصل ہونی چاہئے کہ وہ قوم اللہ تعالیٰ کی یاد نہ کرنے اپنے پیغمبر وقت کے حکم کے نہ ماننے اور اس کے نقش قدم پر نہ چلنے۔ اور خدا تعالیٰ کا دیا ہوا مال علیاً کو ٹھیکوں کے بنانے میں صرف کرنے کے باعث ہی توتباہ ہوئی تھی۔ برادران اسلام تمہیں چاہئے تو یہ تھا۔ کہ بقدر ضرورت زندگی بسر کرنے کے لئے مکان بنالیتے۔ باقی مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے آخرت کا گھر بنالیتے۔

## عزت اللہ کے ماتم میں ہے

گلبگ میں رہنے والو۔ آپ کو معلوم ہے۔ بقول شخصے۔ زبان خلق نقارہ الہی است لوہی کی زبان پر گلبگ کا نام رشوہ پورہ ہے۔ حتیٰ کہ ٹانگے واسے کہتے ہیں۔ کہ رشوہ پورہ سے آئے ہیں۔ یا جاہیں گے۔ میرے بھائیو۔ عزت فقط اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ جسے چاہے۔ دے۔ جس سے (باقی صفحہ ۱۸ پر)



## بقیہ مجلس ذکر

صحبت کا عکس پڑتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي الاية۔** صحبت میں بیٹھنے سے طبیعت پر اثر پڑتا ہے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔

پیر نہیں طاقت پر قادر مگر رکھتی ہے۔

پہلے زمانہ میں عورتیں اپنے لڑکوں سے کہا کرتی تھیں کہ بیٹا عمر رسیدہ لوگوں کے پاس بیٹھا کرو۔ تاکہ وہ جب اپنے تجربات بیان کریں تو ان کو سن کر تمہیں عقل آئے۔ ایمان پر اسلام کا ترتیب ہوتا ہے۔ اور اسلام کا نتیجہ احسان ہے۔

احسان کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ **الاحسان ان تعبد الله كأنك تراه فان لم تکن تراه فانه يراك** (خدا کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ کیونکہ اگر تو اس کو نہیں دیکھتا وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے) گویا احسان شرف حضور ہی ہے۔ اندھا اگر بینا سے باتیں کرے۔ اگر وہ اس کو دیکھتا نہیں یقیناً تو ہے۔ کہ کوئی موجود ہے۔ **اياك نعبد واياك نستعين۔** یہاں مخاطب کون ہے۔ اللہ کی ذات مخاطب ہے۔ اس طرح غائبانہ جو لذت آتی ہے اس کی ترجمانی الفاظ میں نہیں ہو سکتی یہ کیفیت ہے۔ جہاں پانی مسلسل گرتا رہتا ہے۔ وہاں پلے سبز اور پھر پیل کا درخت آگ آتا ہے۔ اوپر کی منزل میں یا کونوں کے اندر کوئی جھیل پڑتا نہیں۔ گرد و پاؤں پانی کے مسلسل گرتے رہنے سے آگ آتا ہے۔ اسی طرح نیکوں کی مسلسل صحبت اور ان کی باتیں سن کر انسان کی طبیعت نیکی کی طرف راغب ہو جاتی ہے۔ خوف خدا پیدا ہو جائے۔ تو طبیعت خود بخود اعمال صالحہ کے لئے آگاہ ہو جاتی ہے۔ اس کے لئے طریق کار یہی ہے کہ صحبت ہو۔ صحبت میں رنگ پڑتا ہے۔

دنیا میں انسانوں کے مختلف نصب العین ہیں بعض کا نصب العین کوٹھی اور موٹر ہوتا ہے۔ بعض کا زمین۔ اور بعض کا گریڈ بڑھانا۔ اللہ کے بعض بندوں کا نصب العین فقط رضائے الہی ہوتا ہے۔ ان کی زندگی کا مقصد اللہ کے دین کی اشاعت ہوتا ہے۔ ان کی خواہش یہ ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے تاکہ الدال علی الخیر کفالعالم کے ماتحت ان لوگوں کے اعمال صالحہ سے ان کو حصہ ملے۔ اور ان کی نجات کی صورت بن جائے۔ حضور کا ارشاد ص ۱۲

## بقیہ تاریخ حج (مٹ سے آگے)

قرآن دیا۔  
در کوئی مضائقہ نہیں اگر تم کاروبار کے ذریعہ سے اپنے رب کا فضل کماتے جاؤ۔  
جب پکارا جاتا تھا کہ۔

لبيك الله لا شريك لك الا شريكنا هولاك نملكه واما ملكك ..... اور اسباب

اب نہایت سطوت و وقار اور سادگی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی وحدت کے متوالے

حجیم حجیم کہہ پکارتے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ:-

عافر ہوں۔ میرے اللہ میں حاضر ہوں مگر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں۔ یقیناً توفیق سب تیرے ہی ہے۔ نعمت سب تیری ہے۔ ساری بادشاہی تیری ہے۔ تیرا کوئی منتریک نہیں۔

اور ایسے ہی بے لوث، مقدس، صاف اور کفر و اتحاد سے پاک حج کے لیے سرور کائنات، غر موجدات، ختم المرسلین رحمۃ العالمین نے ارشاد فرمایا ہے:-

”جس نے اللہ کے لئے حج کیا اور اس میں شہوات اور فسق و فجور سے پرہیز کیا۔ وہ اس طرح پٹا جیسے آج اپنی ماں کے پیٹ سے تولد ہوتا ہے۔“

۱۴ ہے۔ کہ میری اور تنہا ہی مثال اس طرح ہے۔ کہ تم زبردستی جہنم میں گرنا چاہتے ہو۔ اور میں تمہیں کمروں سے پکڑ کر پیچھے ہٹا رہا ہوں۔ ہم مطلق تصوف کے قائل نہیں۔ ہم تو اس تصوف کے حامی ہیں۔ جو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ کا غلام ہو۔ جو صوفی یا عالم اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ کی طرف دوڑتا نظر آئے گا۔ ہم تو اس کے پیچھے دوڑیں گے۔ بعض مسلمانوں کو پیر ایسے ملتے ہیں جو پاؤں میں گھسکھو باندھ کر اپنے مریدوں کو بچاتے ہیں۔ اس قسم کے پیروں کی صحبت میں عبادت کی توفیق بھی نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو استقامت عطا فرمائے۔ آمین

آخر میں اپنی ساری تقریر کا خلاصہ عرض کرنا ہوں۔ روحانیت کی تکمیل کے لئے ایذا و خوف خدا آخر بھی شرف حضوری اور درمیان میں ایمان اور اسلام کی ضرورت ہے۔

## بقیہ خطبہ جمعہ

چاہیے۔ دے کر داپس لے۔ خدا اسے ڈرو۔ اور اس سے پوچھ کر مال خرچ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں بھی قوم عاد کے ساتھ نال کر دیا جائے

### جو تھا جرم

قوله تعالى واذا بطشتم بطشتم جبارين سورة الشعراء کو ح ۱ بارہ تک ترجمہ۔ اور جب ہاتھ ڈالتے ہو۔ تو بڑی سختی سے پکڑتے ہو۔

### تفسیر

یعنی ظلم و ستم سے زیر دستوں اور کمزوروں کو تنگ کر رکھا ہے گویا انصاف اور نرمی کا سبق ہی نہیں پڑھا۔ خدا کی ضعیف مخلوق کو جبر و تعدی کا سختہ مشق بنا رکھا ہے سو اللہ سے ڈرو۔ ظلم و تکبر سے باز آؤ۔ اور میری بات مانو

### عبرت

پاکستان بننے کے بعد اکثر مسلمانوں کے اعتقاد گر گئے ہیں۔ اور جو قوم عاد میں کمزوروں پر تشدد اور ظلم کا رواج تھا۔ آج بےینہ وہ نقشہ پاکستان میں نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنی اصلاح کر کے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

### قوم عاد پر عذاب الہی

قوله تعالى واما عاد فاهلكوا برح صوره عاتية سخرها عليهم سبع ليل و نهار من ايام حسوما فذرى القوم فيها صرعى كانوا هزاز نخل خاوية فهل ترى لهم من باقية سورة الحاقة رکوع ۱۲ بارہ تک ترجمہ اور جو عاد تھے۔ پس باؤ شد حد سے نکل جانے والی کے ساتھ ہلاک کئے گئے۔ اس باؤ کو ان کے اوپر سات رات اور آٹھ دن لگا دیا گیا۔ جڑ کاٹنے والی۔ پس تو اس قوم کو بیچ اس کے گری ہوئی دیکھتا۔ گویا وہ مجھ کی کھوکھلی لکڑیاں ہیں۔ پس کیا تو ان میں سے کوئی باقی دیکھتا ہے۔

### ہدوعا کے بعد عذاب

حضرت ہوڈ قوم عاد کی طرف مبعوث ہوئے اس قوم کے تیرہ قیدی تھے۔ اور ان کے ممالک بہت سرسبز اور آباد تھے۔ حضرت ہوڈ علیہ السلام پچاس برس تک وعظ کرتے رہے۔ اور وہ قوم ہی کہتی رہی۔ کہ تم جھوٹے ہو۔ ہوڈ علیہ السلام نے جب ان کے کفر کو حد سے متجاوز ہوتے دیکھا

۱۵ ہے۔ کہ میری اور تنہا ہی مثال اس طرح ہے۔ کہ تم زبردستی جہنم میں گرنا چاہتے ہو۔ اور میں تمہیں کمروں سے پکڑ کر پیچھے ہٹا رہا ہوں۔ ہم مطلق تصوف کے قائل نہیں۔ ہم تو اس تصوف کے حامی ہیں۔ جو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ کا غلام ہو۔ جو صوفی یا عالم اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ کی طرف دوڑتا نظر آئے گا۔ ہم تو اس کے پیچھے دوڑیں گے۔ بعض مسلمانوں کو پیر ایسے ملتے ہیں جو پاؤں میں گھسکھو باندھ کر اپنے مریدوں کو بچاتے ہیں۔ اس قسم کے پیروں کی صحبت میں عبادت کی توفیق بھی نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو استقامت عطا فرمائے۔ آمین



# پیشکش کا صفحہ

شمارہ (۸)

۲۹ جولائی ۱۹۵۵ء

جلد ۱

## جانثار سچے

(ان عزیز شفاعت احمد چودھری لکھتے ہیں)

عزیز ہوا آج ہم ہمیں ایک جانثار سچے کی کہانی سناتے ہیں۔ جس نے اللہ اور اپنے آپ کے حکم کے مطابق اپنی جان کی قربانی پیش کر دی حضرت ابراہیم کا نام مرنے سے سنا ہوگا۔ انہیں اللہ میاں نے اسی (۸۰) سال کی عمر میں ایک بچہ دیا۔ جس کا نام اسماعیل رکھا گیا۔ اسماعیل کے معنی ہیں در اللہ میاں نے دوما سن لی یہ عجیب نام اس لئے رکھا گیا تھا کہ حضرت ابراہیم کی بہت دعاؤں کے بعد ان کے ہاں بیٹا ہوا تھا۔ اس لیے ماں باپ کو اس بیٹے سے بہت زیادہ محبت تھی۔

جب وہ بیٹا ۷ یا ۸ سال کا ہوا تو اللہ میاں نے چاہا کہ ذرا باپ بیٹے کو آزما میں کہ میرے حکم کو کیسے مانتے ہیں۔ پیارے بھائیو! اللہ میاں کو ضرورت نہیں کہ کسی کے متعلق کچھ حالات جانیں کیونکہ انہیں تو پہلے ہی آگے اور پیچھے کے سب واقعات کا علم ہے۔ لیکن ایسی آزمائش کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دنیا والے دیکھ لیں کہ میرے خاص بندے میرے حکم کو کس طرح بجالاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم کو خواب میں حکم ہوا کہ اپنے بچے کو اللہ میاں کی راہ میں قربان کر دو۔ حضرت ابراہیم نے جب یقین کر لیا کہ یہ حکم اللہ ہی کی جانب سے ہے تو فوراً اس کو پورا کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔

حضرت ابراہیم کا امتحان ہو چکا کہ انہوں نے بچے کو اللہ میاں کی راہ میں قربان کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اب ان کے پاس بیٹے حضرت اسماعیل کا امتحان تھا کہ وہ اپنے باپ اور اپنے اللہ میاں کا حکم کس طرح مانتے ہیں۔ چنانچہ جب ان کو کہا گیا کہ تمہارے اللہ کی طرف سے یہ حکم ہوا ہے تو انہوں نے کوئی رنج یا شک نہ کیا۔ اور نہ ہی دینی بانی شروع کیں۔ کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ باپ بیٹے کو ذبح کر دے یا دنیا والے کیا کہیں گے بلکہ وہ کہنے لگے۔ کہ۔۔۔ ”آبا جان! میں تیار ہوں“ آپ اپنے اللہ کا حکم پورا کر دیجئے! دیکھا بھائیو تم نے حضرت اسماعیل کیسے فرما کر دیا بچے تھے! جنہوں نے اللہ کا حکم مانتے میں ذرا دیر نہ کی۔

پھر جب حضرت ابراہیم چھری اور رستی نے کرفن کو ذبح کرنے چلے تو عقلمند بچے نے باپ سے نہایت عقلمندی کی باتیں کیں کہ آبا جان چھری کو تیز کر لیجئے۔ تاکہ کام میں دیر نہ لگے اور مجھے اٹن زمین پر لیٹائیے۔ تاکہ میرے چہرے کو دیکھ کر آپ کا ہاتھ اللہ کا حکم پورا کرنے سے نہ رک جائے اور اپنی آنکھوں پر احتیاط کے طور پر پٹی بھی باندھ لیجئے۔

پیارے بھائیو! اس وقت کا خیال کرو جب بیٹا ذبح ہو رہا تھا اور باپ کے ہاتھ میں چھری تھی۔ اس وقت تمام فرشتے

چراغ تھے کہ یا الہی آج دنیا میں کیا ہو رہا ہے پھر جب باپ کی چھری بیٹے کی گردن پر چل پڑی تو الرحمن الرحیم پکار اٹھا کہ باپ بیٹو! بس کرو تم اپنے امتحان میں کامیاب ہو گئے۔ اللہ میاں کو یہ کب منظور تھا کہ ایسے تابعدار بچے ضرور قربان ہو جائیں۔ بلکہ یہ تو دوسرے بچوں کیلئے سبق تھا کہ جب اللہ کا حکم آئے تو حضرت اسماعیل نے سبق لے کر اس کو پورا کر لیا۔ چنانچہ فرشتوں کو حکم ہوا کہ حضرت اسماعیل کو چھری کے نیچے سے نکال دیں اور ان کی بجائے ایک مینڈھا ڈال دیں ایسا ہی کیا گیا۔ جب حضرت ابراہیم نے پٹی کھولی تو بیٹا صحیح سلامت تھا اور مینڈھا ذبح ہو چکا تھا۔ تم خود اندازہ کر لو۔ اس وقت باپ بیٹے کو کس قدر خوشی ہوئی ہوگی۔ ایک اللہ کا حکم پورا کرنے کی اور دوسرے دنیا سلامت بچ جانے کی۔ اور اسی خوشی کا نام عید پڑ گیا اور اسی قربانی کی یادگار میں ہم آپے جاؤ ذبح کرتے ہیں۔ اسی قربانی کی بنا پر حضرت اسماعیل کا لقب ذبح اللہ پڑ گیا اور وہ بعد میں پیغمبر ہوئے۔ ان کی اولاد میں ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قربانی اور عید کو اپنی امت کے لیے بھی واجب کر دیا اور آج ہم اصلی قربانی کے ہزاروں سال بعد بھی ان کی یادگار مناتے ہیں اور قیامت تک ان کی یادگار قائم رہے گی۔

### سبق

یہ ہے کہ اللہ کے حکم کے مقابلہ میں جان کی بھی پروا نہ کی جائے۔ ماں باپ کی فرمانبرداری میں کسی طرح کی حیل و حجت نہ ہونی چاہئے۔

اگر تم بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نقش قدم پر چل کر اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگوں کا حکم بسر و چشم بجا لاؤ گے۔ تو ہمیں بھی دنیا اور آخرت دونوں جگہ عزت نصیب ہوگی۔

پیارے بھائیو! اللہ کے حکموں کا یہ قرآن سے چلتا ہے۔ حضور کے احکام احادیث میں ملیں گے۔ دونوں کا سب سے اہم حکم نماز ہے۔ ماں باپ اور دوسرے بزرگوں

جو حکم دیں اس کو ماننا بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نماز باجماعت پڑھنے اور بطوں کی عزت اور ادب کرنے کی توفیق دے۔ آمین



تَبْلِغُ دِينِ اشَاعَتْ اِسْلَامُ کَا

بِمِثَالِ اِیَادِهِ

# اَبْنُ خُزْدَادِ الدِّینِ

اَنْدُوْنِ شَیْرَانُوْا دُرُوْزَانَا لَا مَوَا

زیر سرپرستی شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی

مندرجہ ذیل شعبہ جات کا کام بقصد تعالیٰ سر انجام دے رہا ہے

●۔ مدرستہ البنات :۔ موجودہ مغربیت زدہ دور میں لڑکیوں کو دینی تعلیم دیگر اسلامی معاشرہ سکھاتا ہے

●۔ شعبہ نشر و اشاعت :۔ مختلف مسائل پر لاکھوں پمفلٹ مفت تقسیم کر چکا ہے۔

●۔ دارالحفاظ میں :۔ ۱۔ تجوید کے ساتھ قرآن کریم پڑھایا جاتا ہے۔ ۲۔ سنیز

ب۔ بچوں کو قرآن کریم حفظ بھی کرایا جاتا ہے۔

●۔ مدرسہ قاسم العلوم :۔ در سال علماء کی ایک جماعت بطریق قرآن کریم کا دورہ کر کے مستند ہوتی ہے  
رَبِّطْنَا كِي اِيكْتَمَلُ جَمَاعَتُنِي تَعْلِيْمًا حَاصِلًا كَرِيْمًا يَرْجِيكَ طَعَامُ قِيَامِ كِي اَبْنُ خُزْدَادِ الدِّينِ

●۔ ہفت روزہ خدام الدین :۔ کا اجراء اشاعت دین اور تبلیغ اسلام کی طرف ایک اہم قدم ہے۔